حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

نام کتاب :- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

ترجمہ :- سید امتیاز حیدر رضوی

ناشر :- سازمان فرہنگ و ارتباطات (شعبۂ ترجمہ و اشاعت)

سال طبع :- رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

تعداد :- پانچ ہزار (۵۰۰۰)

ISBN 964-472-119-5

فہرست

فہرست ۵
عرض ناشر ۷
مقدمہ ۹
ولادت امام محمد باقرؑ ۱۱
امام محمد باقرؑ کا مقام ۱۵
امام محمد باقرؑ کی شخصیت ۲۳
امام محمد باقرؑ کی شخصیت کا معنوی پہلو ۲۴
امام محمد باقرؑ کی شخصیت کا اجتماعی پہلو ۳۱
امام محمد باقرؑ کے فکری گنجینے ۳۷
کاروان اصلاح ۴۹
امام محمد باقرؑ کے فرمودات ۵۹
آنحضرتؑ کا فقہی پہلو ۶۱
امام محمد باقرؑ کے زمانہ میں بنی امیہ کی سیاست ۶۷
حوالہ جات ۷۹

عرض ناشر

حضرت رسول اکرمؐ اور ائمۂ معصومین علیہم السلام کی پاکیزہ حیات ہر عہد و عصر کے انسانوں کے لئے بہترین سر مشق اور نمونہ حیات ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جسکی حکایت قرآن کریم بھی کرتا ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (احزاب/۲۱) پیغمبر اکرمؐ اور ائمۂ معصومینؑ کے علاوہ قرآن حکیم، حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کی طیّب و طاہر حیات کو بھی بنی نوع انسان کے لئے نمونۂ عملی قرار دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم و الذین معہ"

در حقیقت ایک مکتب فکر اس وقت تک محکم و پائیدار نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے دل میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتا، اگر اس میں کوئی آئیڈیل یا نمونۂ عملی نہ ہو. اس روشن حقیقت سے نہ صرف دینی مکاتب فکر آگاہ ہیں بلکہ اس کی اہمیت سے بے دین اور الحادی مکاتب فکر بھی نہ صرف آشنا ہیں بلکہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور نسلوں و قوموں کو انہی ہتھکنڈوں سے گمراہ

کرتے ہیں اور آج الحادی دنیا اس روش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ثقافتی و تہذیبی شبخون کے ذریعہ قوموں ، تہذیبوں اور جوان نسلوں کو تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی .

ہم جو کہ مسلمان ہیں اور قرآن کریم کے دستور پر عمل کرتے ہیں اور قرآن ہمیں "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کے ذریعہ انسانیت بلکہ پوری خلقت کے بہترین نمونوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے . اور ان کی زندگیوں کو اپنے لئے نمونہ حیات بنانے کی تاکید کرتا ہے . اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حضرت آدمؑ سے صبح قیامت تک مردوں کی صنف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ائمۂ طاہرین علیہم السلام اور عورتوں کی صنف میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی شخصیتوں کی کوئی مثال نہیں . ہمیں چاہیے کہ ان ذوات مقدسہؑ کی زندگیوں سے آگاہی حاصل کریں اور ان کے کردار سے خود کو مزین کریں .

زیر نظر کتاب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی حیات طیّبہ کا ایک مختصر اور مفید خاکہ ہے . امید ہے کہ اہل ایمان اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت کو روشن و تابناک بنالیں گے ۔

والسلام

مقدمہ

خانۂ نبوت ، سرچشمۂ رسالت ، فرشتوں کی رفت و آمد کی منزل ، نزول وحی کا مرکز اور نور ہدایت کی جلوہ گاہ ، اسی لائق تھا اور ہے کہ اس کی آغوش میں عالم انسانیت کی عظیم و بے مثال شخصیتیں پرورش پائیں اور اپنے درخشاں کردار اور عمل سے انسانی معاشرہ کی راہنمائی کریں۔

دنیا کا یہ بظاہر حقیر اور در حقیقت بلند مرتبت اور والا مقام گھر، جس کے ایمان و یقین کے انوار بکھرے اور جس کی حکمت کی خوشبو سے مشام انسانی معطر ہوا اور جس کے خالص الٰہی افکار انسانی طبیعت کو جاودان کر گئے، اگر صفحۂ ہستی پر وجود نہ پاتا تو ظلم و ظلمت ، تاریکی و جہالت ، بدکرداری اور بربریت کے خلاف جد و جہد اور جہاد کے لیے انسانوں کے پاس کوئی اسوہ و نمونہ موجود نہ ہوتا۔

یہ گھر وہ گھر ہے کہ جس کی مخالفت سراسر خدا اور اسلام کی مخالفت ہے اور جس نے ان کے اوپر نظریں اٹھائیں خدا نے اسے ذلیل کر دیا۔

یہ وہ گھر ہے جس کی طہارت و پاکیزگی اور نجابت و شائستگی کی ضمانت خود خدا نے اپنے ذمہ لی ہے۔ رسول اکرمؐ نے اس گھر کی بنیادیں مستحکم کی ہیں اور اسی سے اسلام اور انسانی کمالات کی کرنیں پھوٹ کر سارے عالم کو منور کر رہی ہیں۔

اگر چہ یہ حضراتؑ، ہماری ہی طرح کھاتے پیتے اور زندگی بسر کرتے تھے لیکن یہ ہر زمانہ اور ہر عصر کے لئے کردار و عمل، ایمان و یقین، اخلاص و بندگی، دیانت و درایت، امانت و سخاوت، شجاعت و شہادت کے بے مثال نمونہ بن گئے۔ یہی اولیائے خدا اور دنیا میں اس کے منتخب بندے ہیں۔ علم الٰہی میں یہ بات آچکی تھی کہ یہ حضراتؑ ایسے ہوں گے اسی لئے اس نے انھیں اسلام کے رہبر اور حافظان دین کی حیثیت سے منتخب فرمایا۔

حضرت امام محمد باقرؑ اسی پاکیزہ اور نورانی سلسلہ کی ایک فرد ہیں۔ آپؑ کی ذات عالم اسلام کی وہ عظیم علمی ذات ہے جس نے قرآن کے حقائق پہلی بار اس واضح انداز میں بیان کیے اور علوم کی پرتوں کو کھولا، اسی لئے آپؑ کا لقب "باقر العلوم" قرار پایا۔ائمہ معصومینؑ میں یہ وہ منفرد شخصیت ہے جسے حضرت رسول اکرمؐ نے اپنے عظیم المرتبت صحابی جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے سلام کہلایا تھا۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولادت امام محمد باقر علیہ السلام

یکم رجب ۵۹ھ کو خانہ نبوت محمد بن علی بن حسینؑ کی ولادت با سعادت کی خوشیوں سے مالامال ہو گیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام اس خاندان کی پہلی فرد ہیں کہ جس کا نسب حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ (امام حسنؑ کی بیٹی) تک پہنچتا ہے۔ امام صادقؑ جناب فاطمہ (دختر امام حسنؑ) کے متعلق فرماتے ہیں "امام حسن کے فرزندوں کے درمیان فاطمہ ایسی صدیقہ ہیں جن کی نظیر نہیں ہے"[1]۔

لہذا ظاہر ہے کہ امام محمد باقرؑ ایک ہاشمی اور علوی شمار ہونگے۔ امام باقر علیہ السلام نے اپنی عمر کے تین سال اپنے جد امجد امام حسینؑ کے زیر سایہ گزارے اور اپنی زندگی کے شروع میں ہی کربلا کے المناک واقعہ سے دوچار ہوئے اور اسکا نزدیک سے مشاہدہ کیا۔

اور اپنے والد گرامی (امام زین العابدینؑ) کے دور امامت میں انکی

رہبری و امامت سے مستفید ہوئے. اسی کے ساتھ علوم اسلامی اور پیغمبروں کی میراث بھی آپ سے حاصل کی.

حضرت امام باقرؑ نے الٰہی قیادت کے زیر سایہ پرورش پائی تاکہ مستقبل میں الٰہی قوانین کے مطابق سماج و عوام کی شرعی امامت و رہبری کی ذمہ داری سنبھال سکیں.

ان نکات کے بیان کے بعد واضح ہو جاتا ہے آپ فکری و نسبی و اخلاقی لحاظ سے اوج کمال پر تھے اور اپنے والد بزرگوار کے بعد اسلامی امت کی فکری و اجتماعی قیادت و امامت کی لیاقت و صلاحیت بھی رکھتے تھے.

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے پانچویں امام کا نام اور لقب خود نبی کریمؐ نے معین کیا تھا. مثال کے طور پر وہ روایت ملاحظہ ہو جسے رسول خداؐ کے جلیل القدر صحابی جناب جابر بن عبداللہ انصاری نقل کرتے ہیں.

قال لی رسول اللہؐ، یوشک ان تبقی حتی تلقی ولداً لی من الحسینؑ یقال لہ محمد یبقر علم الدین بقراً فاذا لقیتہ فاقرئہ منی السلام (۲).

رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا: تم اس قدر حیات پاؤ گے کہ حسینؑ کی نسل میں میرے ایک فرزند سے ملاقات کروگے اسکو محمدؐ پکارا جائیگا، وہ علم کی مکمل موشکافی کریگا. جس وقت اسکو دیکھنا میرا سلام کہنا.

اسی بنیاد پر محمد بن علی علیہ السلام کا لقب "باقر" قرار پایا. باقر یعنی جو علم کا بیکراں سمندر ہو اور اسکی پیچیدگی و اسرار اور حقائق کو معلوم کرلے اور علم

کے مختلف فنون سے آگاہ ہونے کے ساتھ اس پر احاطہ کئے ہوئے ہو، چنانچہ بہت سی لغات اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں.

رسول اکرمؐ کے نزدیک امام محمد باقرؑ کی اہمیت کی حد اور آنحضرتؐ کی آپؑ سے شدید محبت و رغبت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کا نام اور لقب آنحضرت نے معیّن کیا، اپنے ایک بزرگ صحابی کے ذریعہ سلام کہلایا جبکہ آنحضرت اور آپ کے درمیان طویل فاصلہ ہے.

ان سب پر توجہ کرنے کے بعد ہر با انصاف پڑھنے والا اسلام اور مسلمانوں کے درمیان امام محمد باقرؑ کی عظمت و منزلت اور آپؑ کے اعلیٰ مقام کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے.

آئندہ فصل میں دینی متون و روایات کے ذریعہ آپؑ کی شخصیت اور آپؑ کے مرتبہ و مقام کے متعلق مزید وضاحت کریں گے.

امام باقر علیہ السلام کا مقام

فکری و عملی اور دیگر صلاحیتوں کے لحاظ سے سماج کی رہبری کا اعلیٰ مقام جو آپؑ کو آپؑ کے پدر بزرگوار جناب سید سجادؑ کی پرورش کے نتیجہ میں حاصل ہوا تھا، وہی سبب بنا کہ آپ کے سبھی ہم عصر چاہے دوست ہوں یا دشمن، آپؑ کی قدر و منزلت کا اعتراف کریں.

اس جگہ مناسبت کے لحاظ سے امام باقرؑ کی شخصیت کے متعلق اسلامی معاشرے کے بزرگوں کے کچھ اقوال ملاحظہ فرمائیں.

۱۔ عبداللہ بن اعطاء مکی کہتے ہیں: ہم نے اپنے معاصر دانشوروں میں کسی کو نہیں دیکھا جو محمد بن علی باقرؑ کے علم و دانش کو سطحی سمجھے (۳).

۲۔ محی الدین بن شرقہ نووی کہتے ہیں: آپؑ جلیل القدر تابعین میں سے ایک ہیں. آپؑ عظیم الشان امام ہیں جن کی جلالت پر سبھی متفق ہیں. آپؑ مدینہ کے سابق فقہاء میں شمار ہوتے ہیں. آپؑ نے جابر اور انس سے

بغیر کسی واسطہ کے روایت سنی ہے۔ اور ابو اسحاق، عطا ابن ابو رباح، عمرو بن دینار اعرجی اگرچہ یہ حضرات آپؑ سے مسن تھے، زہری، ربیعہ اور دیگر تابعین و دینی بزرگوں کے ایک گروہ نے آپ سے روایت نقل کی ہے۔ بخاری و مسلم اور دیگر لوگوں نے بھی آپ کے متعلق روایات بیان کی ہیں[۴]۔

۳۔ ابن عباد حنبلی کہتے ہیں: ابو جعفر بن محمدؑ، مدینہ کے فقہاء میں سے ہیں۔ آپؑ کو باقر کہا جاتا ہے اس لئے کہ آپؑ نے علم کو شکافتہ کیا۔ اور اس کی حقیقت و جوہر کو پہچانا ہے[۵]۔

۴۔ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں: محمد بن علیؑ، دانش کو شکافتہ کرنے والے اور تمام علوم کے جامع ہیں آپ کی حکمت آشکار اور علم آپ کے ذریعہ سر بلند ہے۔ آپؑ کے سر چشمہ وجود سے دانش عطا کرنے والا دریا پر ہے۔ آپؑ کی حکمت کے لعل و گہر زیبا و دلپذیر ہیں۔ آپؑ کا دل صاف اور عمل پاکیزہ ہے۔ آپ مطمئن روح اور نیک اخلاق کے مالک ہیں۔ اپنے اوقات کو عبادت خداوندی میں بسر کرتے ہیں۔ پرہیزگاری و ورع میں ثابت قدم ہیں۔ بارگاہ پروردگار میں مقرب اور برگزیدہ ہونے کی علامت آپؑ کی پیشانی سے آشکار ہے۔ آپؑ کے حضور میں مناقب و فضائل ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ نیک خصلتوں اور شرافت نے آپ سے عزت پائی ہے[۶]۔

۵۔ عمادالدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر کہتے ہیں:

ابو جعفر (باقرؑ) بزرگ و جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ آپؑ علم و عمل اور سیادت و شرف میں اس امت کی معروف ترین فرد شمار ہوتے ہیں۔ چونکہ آپؑ نے علوم کو شگافتہ کر کے اس سے احکام حاصل کیے۔ اس لئے آپ کو باقر کہا جاتا ہے۔ آپؑ خدا کا ذکر کرنے والے خاشع اور بردبار شخص تھے۔ آپ کا خاندان نبوت و ذی نسب گھرانے سے تھے اور خطرات سے آشنا تھے۔ اور گریہ بہت کرتے تھے۔ جرو بحث اور لیت و لعل سے پرہیز کرتے تھے(۷)۔

۶۔ جابر بن یزید جعفی جب آپؑ سے روایت نقل کرنا چاہتے تو اس طرح بیان کرتے۔ اس حدیث کو وصی اوصیاء، وارث علوم انبیاء، محمد بن علی بن حسینؑ نے ہمارے لیے بیان فرمایا ہے(۸)۔

مذکورہ اقوال بزرگ اسلامی دانشوروں کے اظہار نظر کے بعض حصے ہیں جو آپ کے مقام کی بلندی و عظمت کی تصریح و تاکید کرتے ہیں۔ اگرچہ امام محمد باقرؑ کی علمی، عملی، روحانی شخصیت اور بذات خود آپ کا لوگوں کے ساتھ سلوک و برتاؤ اور علم و تقویٰ کے میدان میں آپ کا فضل و کرم عوام کے مختلف طبقوں کے معترف ہونے کا باعث بنا۔ اس کے باوجود آسمانی دین اسلام جو اس بات کا معتقد ہے کہ سوائے امام کی ذات کے کوئی ایسے کردار کا حامل نہیں ہو سکتا۔ صرف اتنے ہی پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ معتبر حوالوں کے ذریعہ امام کی معرفی بھی کرتا ہے۔

عام طور سے جب کسی اہم مذہبی منصب کیلئے کسی شخص کا انتخاب کیا جاتا

ہے تو اسلامی شریعت میں سیدھے اس کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

اسی کے ساتھ اس بات پر بھی توجہ رکھنی چاہیئے کہ جو نص امام کی تعیین کرتی ہے اسے لازمی طور پر دین کے حقیقی نمائندے کی جانب سے صادر ہونی چاہیئے۔ نہ کہ کسی اور کی طرف سے۔ مثلاً خدا کے رسولؐ یا پھر اس امام کی طرف سے جسکے فکر و عمل کی پیروی واجب قرار دی گئی ہو۔

لذا اگرچہ امام باقرؑ کا طرز و فکر و سلوک ایک شائستہ امام کی خصوصیت کا حامل تھا لیکن سابق ائمہؑ کی طرح آپ بھی قانونی طور پر نصوص شرعیہ کے ذریعہ امام کیلئے منصوب ہوئے۔ بعض روایتیں اس حقیقت کی حکایت کرتی ہیں جنھیں آپ ذیل میں ملاحظہ کریں گے۔

۱۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے رسول خداؐ سے پوچھا، وہ ائمہؑ جو علی بن ابی طالب کی نسل سے ہوں گے وہ کون ہیں؟ تو رسول اکرمؐ نے فرمایا

"الحسن و الحسین سیدی شباب اہل الجنہ ثم سید الصابرین فی زمانہ علی بن الحسین ثم الباقر محمد بن علی و ستذکرہ یا جابر فاذا ادرکتہ فاقرئہ عنی السلام" (۹).

حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں پھر ان کے بعد اپنے زمانے کے صابروں کے سردار علی بن حسینؑ ان کے بعد باقر یعنی محمد بن علیؑ۔ اے جابر جب تم انکو دیکھو اور انکی خدمت میں پہنچو تو ہمارا سلام کہو۔

۲۔ جابر ابن یزید جعفی کہتے ہیں ہم نے جابر بن عبداللہ انصاری سے اس طرح سنا، جس وقت خداوند عالم نے اس آیت کو اپنے پیغمبرؐ پر نازل کیا

"یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" (اے مؤمنو، خدا اور اس کے رسول و صاحبان امر کی اطاعت کرو) تو رسول اکرمؐ سے سوال کیا گیا، خدا اور اس کے رسول کو پہچان لیا لیکن صاحبان امر کہ جنکی اطاعت خدا و رسول کی طاعت ہے کون لوگ ہیں ؟ تو آپؐ نے فرمایا "هم خلفائی یا جابر و ائمۃ المسلمین من بعدی اولهم علی بن ابی طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی بن الحسین ثم محمد بن علی ثم ...."

اے جابر وہ ہمارے جانشین اور مسلمانوں کے امام ہیں۔ انمیں سب سے پہلے علی بن ابی طالبؑ پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر علی بن حسینؑ پھر محمد بن علیؑ ہیں .... (۱۰)

۳۔ امام صادقؑ اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں "دخلت علی جابر بن عبداللہ فسلمت علیه فردّ علیّ السلام" میں جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس گیا۔ جس وقت ان کے گھر میں وارد ہوا تو ان پر سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ پھر انھوں نے پوچھا آپ کون ہیں ؟ (جابر اس وقت نابینا تھے)۔ ہم نے کہا محمد بن علی بن حسینؑ۔ انھوں نے کہا، فرزند رسولؐ، نزدیک آئیے۔ میں نزدیک ہوا، میرے ہاتھ کا بوسہ دیا، اس کے بعد کہا، رسول خداؐ نے آپ کو سلام کہا تھا۔ ہم نے کہا، خدا کی رحمت و برکت آنحضرتؐ پر ہو، ماجرا کیا ہے ؟

انھوں نے کہا، ایک دن رسول خداؐ کے پاس تھا۔ آپؐ نے مجھ سے

فرمایا "یا جابر لعلک تبقی حتیٰ تلقی رجلاً من ولدی یقال لہ۔ محمد بن علی بن حسینؑ۔ یھب اللہ لہ النور و الحکمۃ فاقرئہ منی السلام" [۱۱] اے جابر تم اس قدر زندہ رہو گے کہ میرے ایک فرزند محمد بن علی بن حسینؑ سے ملاقات کرو گے، خداوند عالم نے اسکو نور و حکمت عطا فرمایا ہے اسکو میرا سلام کہنا۔

۴۔ عثمان بن خالد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ کسالت کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے۔ اور اپنے فرزند محمد، حسن، عبداللہ، عمر، زید اور حسین کو اکھٹا کیا اور ان سے وصیت فرمائی کہ میرے جانشین محمدؑ ہیں۔ آپ کی کنیت باقر قرار دی اور سب کی امامت و رہبری آپؑ کے سپرد کی [۱۲]۔

۵۔ مالک بن اعین جھنی کہتے ہیں: علی بن حسینؑ نے اپنے فرزند محمد بن علی سے وصیت فرمائی "بنیّ انی جعلتک خلیفتی من بعدی لا یدعی فیما بینی و بینک احداً الا قلّدہ اللہ یوم القیامۃ طوقاً من نار فاحمداللہ علیٰ ذلک و اشکرہ۔ فانہ لا تزول نعمۃ، اذا شکرت و لا بقاء لھا اذا کفرت و الشاکر بشکرہ اسعد منہ بالنعمۃ التی وجب علیہ لھا الشکر۔ لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔"

اے میرے بیٹے تمہیں اپنا جانشین بنایا، تیرے سوا جو بھی مدعی ہو کہ میرا جانشین ہے خداوند عالم روز قیامت آتش کا ایک طوق اسکی گردن میں ڈال دیگا۔ خدا کا شکر کرو اور اس کا شکر نعمت بجالاؤ اس لئے کہ جب تک شکر

کرو گے نعمت باقی رہے گی، اور جب کفران نعمت کرو گے تو نابود ہو جائیگی جو بھی شکر نعمت بجا لاتا ہے اس شخص سے بہتر ہے جو فقط نعمت سے سرفراز ہے۔ اگر شکر نعمت کرو گے تو یقیناً تمہاری نعمت میں اضافہ کریں گے لیکن اگر کفرانِ نعمت کیا تو ہمارا عذاب نہایت سخت ہے۔ (۱۳)

۲۔ امیرالمؤمنین علیؑ نے اپنی شہادت کے وقت امام حسنؑ سے فرمایا "یا بنیّ انی امرنی رسول اللہ ان اوصی الیک و ادفع الیک کتبی و سلاحی، کما اوصیٰ الیّ و دفع الیٰ کتبہ و سلاحہ و امرنی ان آمرک اذ حضرک الموت ان تدفعھا الیٰ اخیک الحسین"

اے میرے بیٹے۔ رسول خدا نے ہمکو حکم دیا ہے کہ تم کو اپنا جانشین بناؤں اپنے صحیفہ و ہتھیار کو تمہارے حوالہ کروں اور جس طرح آنحضرتؐ نے مجھے اپنا وصی بنایا اور اپنی کتاب و سلاح ہمارے حوالہ کیا اور مجھ سے تمہارے متعلق وصیت کی تھی، تم اپنی وفات کے وقت یہ چیزیں اپنے بھائی حسینؑ کے حوالہ کر دینا۔ یہ آنحضرتؐ کا حکم ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے اپنی صورت حسینؑ کی طرف کی اور فرمایا "امرک رسول اللہ ان تدفعھا الیٰ ابنک محمد بن علی، فاقرئہ من رسول اللہ و منی السلام"

رسول خداؐ نے امر کیا ہے کہ تم اسے فرزند محمد بن علی کے حوالہ کرنا اور رسول خداؐ کا اور میرا سلام کہنا (۱۴)۔

یہ روایات بعض شرعی نصوص میں جو محمد بن علیؑ اور آپ کے پدر

بزرگوار کی امامت پر دلالت کرتی ہیں اور آپؑ کو اپنے زمانہ کا فکری و اجتماعی
مرجع قرار دیتی ہیں (۱۵)۔

امام محمد باقرؑ کی شخصیت

ائمہ اطہارؑ کی زندگی کا تجزیہ کرتے وقت بارہا اس نکتہ کی یاد دہانی کرائی ہے کہ ائمہ معصومؑ کے یہاں زندگی کے طور طریقہ اور لوگوں کے ساتھ معاشرت اور فکری لحاظ سے کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ واحد اختلاف جو ان حضراتؑ کے درمیان نظر آتا ہے وہ موقعیت کا اختلاف ہے۔ اس لئے کہ ہر زمانہ میں نئی اور مختلف مشکل وجود میں آتی ہے اور ائمہؑ کے فکری و سیاسی و نفسیاتی حالات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

بنیادی طور پر ائمہؑ کی شخصیت میں اختلاف نہیں ہوتا۔ لیکن مسائل اور مصادیق میں ہو سکتا ہے۔ اور شخصیت کا اتحاد واحد فکری مصدر کا نتیجہ ہے۔ معصوم رہبروں کا مصدر جو کہ رسول اکرمؐ کی صورت میں وجود میں آیا انکی شخصیت و طرز تفکر کو متحد کرتا ہے۔ ائمہؑ کے درمیان بنیادی اتحاد و یگانگی کا پتہ اس حدیث سے بھی چلتا ہے جسے رسول اکرمؐ نے اپنے فرزند امام

حسینؑ کے متعلق ارشاد فرمایا. یہ حدیث امامت کی روش کو بھی بیان کرتی ہے ملاحظہ ہو.

"ان اللہ اختار من صلبک یا حسین تسعة ائمة تاسعهم قائمهم و کلهم فی الفضل و المنزلة عنداللہ سواء". اے حسینؑ تمہاری نسل میں اللہ نے ۹ امام چنے ہیں، انمیں نویں (حضرت) قائمؑ ہیں. یہ سب کے سب فضل و منزلت میں خدا کے نزدیک مساوی و برابر ہیں (۱۲).

گذشتہ کی طرح امام محمد باقرؑ کی شخصیت کے تعارف کیلئے مختلف زاویہ سے انکی شخصیت کا تجزیہ کریں گے. امید ہے یہ قیمتی و عملی نمونے آپؑ کے اعلیٰ مقام کے تعارف کے علاوہ آپؑ کی راہ پر ہمارے گامزن ہونے میں بھی معاون ہوں. انشاء اللہ.

ان برگزیدہ افراد کی راہ کہ جنھوں نے ہدایت کے درخشان پرچم کو اس کرۂ زمین پر لہرایا. امام محمد باقرؑ بھی ایسے ہی ایک علمبردار ہیں.

امام محمد باقرؑ کی شخصیت کے معنوی پہلو

کیوں اہل بیت پیغمبرؐ نبوت کی حقیقی راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے ذریعہ ہمیشہ مورد ایذاء و اذیت قرار پاتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اطہارؑ کے مخالف حقیقت میں افکار رسالت کے مخالف تھے. حتی ان حضراتؑ کو راستے سے ہٹانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ

حضرات ؑ سچی رسالت اور فکر وحی کے حامل تھے ۔ دشمنوں نے اپنے انحرافی مقاصد کی تکمیل اور فکری و فقہی آثار اور سیرت حیات ائمہ حتی انکی قبور کو محو کرنے اور مٹانے کی غرض سے بے انتہا کوششیں کی ہیں ۔

لہذا اگر کہیں کہ ڈھیروں سیرت ائمہ معصومین ؑ میں سے ایک مٹھی ہمارے ہاتھ لگی تو مبالغہ نہ ہو گا ۔ ان بزرگوں کی درخشان زندگی کا بہت تھوڑا حصہ ہمارے علم میں آیا ۔ اور اس کے متعلق تاریخی مصادر کے کم ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ حضرات ؑ ہمیشہ حکام وقت کے تحت نظر و تحت تعقیب رہے ۔ اور جو علمی مراکز ان کے آثار کی حفاظت کر تے تھے ۔ وہ ہماری گذشتہ و موجودہ روشن تاریخ کے اندر مختلف صورتوں میں ناقابل تلافی نقصان کے متحمل ہوئے ہیں ۔

اسی وجہ سے جو لوگ ائمہ ؑ کی زندگی کے متعلق تحقیق کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ بمشکل ائمہ ؑ میں سے ہر ایک کی شخصیت کو بطور کامل پیش کر سکتے ہیں ۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا اسکی ایک علت ان بزرگوں کا ہمیشہ تحت تعقیب رہنا بھی ہے ۔

لیکن اس کے باوجود ان پراکندہ روایتوں کی مدد سے جو کہ انکی عملی شخصیت کو بیان کرتی ہیں انکی درخشان سیرت کی زندہ تصویر غیر کامل صحیح مگر کھینچی جا سکتی ہے ۔

اسی طرح تاریخی محدودیت کے باوجود امام محمد باقر ؑ کی شخصیت کے

معنوی اور محکم روحانی پہلوؤں کی تصویر کشی بھی کی جا سکتی ہے.

۱۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں.

"کان ابی کثیر الذکر . لقد کنت امشی معه و انه لیذکر الله و آکل معه الطعام و انه لیذکرالله و لقد کان یحدث القوم و ما یشغله عن ذکر الله و کنت اریٰ لسانه لازقاً بحنکه یقول لا اله الا الله و کان یجمعنا فیامرنا بالذکر حتی تطلع الشمس و یامر بالقرائة من کان یقرا٫ منا و من کان لایقرا٫ منا امره بالذکر"

میرے پدر بزگوار ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رہتے . جس وقت آپ کے ساتھ راہ چلتا یا کھانا کھاتا تو بھی آپ ذکر خدا کرتے رہتے . جس وقت لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے تو بھی ذکر خدا سے غافل نہیں رہتے . آپ کو دیکھتے تو آپ کی زبان حرکت کرتی رہتی اور اور "لا اله" کہتی رہتی ، ہمارے والد ہم سب کو اکھٹا کرتے اور حکم فرماتے سورج کے طلوع ہونے تک . ذکر خدا کرو . ہم میں جو پڑھنا جانتا اسے حکم دیتے کہ قرآن پڑھو . اور جو قرآن پڑھنا نہیں جانتے انکو ذکر خدا کرنے کا حکم دیتے (۱۷).

۲۔ افلح آپ کے غلام کہتے ہیں :

محمد بن علیؑ کے ساتھ خانہ خدا کے قصد سے نکلے جس وقت مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو آپؑ کی نظر خانہ خدا پر پڑی . اور آپؑ کی صدائے گریہ بلند ہوئی . میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ! اگر اور تھوڑی سی آواز بلند ہوئی تو لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوجائیں گے .

آپؑ نے فرمایا " ویحک یا افلح و لم لا ابکی لعل اللہ تعالیٰ ینظر الی منہ برحمۃ فافوز بھا عندہ غداً " اے افلح تجھ پر وائے ہو۔ کیوں گریہ نہ کروں ؟ شاید اس گریہ کی وجہ سے خداوند عالم مورد رحمت قرار دے اور کل نجات پاؤں۔

اس کے بعد آپؑ نے طواف کیا اور مقام ابراہیمؑ کے پاس آئے تا کہ نماز ادا کریں۔ جس وقت سر، سجدہ سے اٹھایا تو محل سجدہ گریہ کی شدت سے بھیگ چکا تھا۔

۳۔ قلب شب میں آپؑ کی مناجات و گریہ آپ کے متعلق امام صادقؑ فرماتے ہیں۔

میرے والد خدا کی بارگاہ میں نصف شب کو گریہ و مناجات کی حالت میں یہ عرض کرتے۔ "امرتنی فلم ائتمر و نھیتنی فلم انزجر، فھا انا عبدک بین یدیک اعتذر" تو نے حکم دیا مگر ہم نے اطاعت نہ کی۔ تو نے منع کیا لیکن ہم نے اس سے پرہیز نہ کیا۔ جبکہ ہم تیرے بندے ہیں اور تیری بارگاہ میں معذرت چاہتے ہیں(۱۸)۔

۴۔ امام باقرؑ جس وقت سونا چاہتے تو فرماتے۔

"بسم اللہ۔ اللھم انی اسلمت نفسی الیک و وجھت وجھی الیک و فوضت امری الیک فتوکلت علیک رھبۃ منک و رغبۃ الیک لا منجی و لا ملجاء منک الا إلیک آمنت بکتابک الذی انزلت و برسولک الذی ارسلت"(۱۹) خدا کے نام

سے ۔ خدایا میں خود کو تیرے حوالے کیا . اور اپنا رخ تیری طرف کرلیا . اور اپنے انجام کو تیرے ہاتھ میں دیدیا تجھ سے خوفزدہ ہوں اور تجھی سے امیدلگائی ہے. تجھی پر توکل کیا اور تیرے سوا کوئی نجات کی راہ و پناہ گاہ نہیں ، جو کتاب تو نے نازل کی اس پر ایمان لایا اور جو رسول تو نے بھیجا اس کا گرویدہ ہوا .

اس کے بعد آپ تسبیح حضرت زہراء پڑھتے رہتے .

ان روایات کے ذریعہ آپ کا خدا سے ارتباط و گہرا رشتہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے . اور اس کے علاوہ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس مقدس ذات کی روح محبت الٰہی میں گم اور ہمیشہ اس کے تقرب کی جویاں اور اسکے دریائے رحمت سے مستفید ہونے کی خواہاں رہتی .

اور اپنے تمام وجود و اعضاء و جوارح کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کر رکھا ہے . حضرت حق سے تقرب کا یہ مرتبہ صرف برگزیدہ افراد اور اولیاء خدا میں پایا جاتا ہے اور بس ۔ اور دوسروں کا اس منزل تک پہنچنا ممکن نہیں .

امام محمد باقرؑ کا اللہ تعالیٰ سے رشتہ اس درجہ عمیق اور گہرا تھا کہ آپ کی ساری خوشی و تکلیف ، اخروی امور پر تمام ہوتی . اور آپؑ کے دل و دماغ کی دنیا مالک حقیقی کیلئے مسخر ہو گئی تھی . من جملہ جو روایتیں آپ سے نقل ہوئی ہیں وہ اقوال ہیں جو آپؑ نے جناب جابر بن یزید جعفیؒ سے خطاب فرمایا ہے " اصبحت یا جابر محزوناً مشغول القلب " اے جابر خدا کی قسم شب کو حزن و نگرانی کے عالم میں صبح کیا .

جابر نے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان ۔ اس دل کے اندوہ و اندیشہ کی وجہ کیا تھی.

آپؑ نے فرمایا " یا جابر انه حزن وہم الاخرة یا جابر من دخل قلبه خالص حقیقة الایمان شغل عما فی الدنیا من زینتها ۔ ان زینة زهرة الدنیا انما هو لعب و لهو ان الدار الآخرة لهی الحیوان و ان المؤمن لاینبغی که ان یرکن و یطمئن الیٰ زهرة الحیاة الدنیا و اعلم ان ابناء اهل الدنیا هم اهل غفلة و غرور وجها که ان ابناء الآخرة هم المؤمنون العاملون الزاهدون اهل العلم و الفقه اهل فکرة و اعتبار لا یملون من ذکر الله و اعلم یا جابر ان ان اهل التقویٰ هم الاغنیاء ، اغناهم قلیل من الدنیا فمؤونتهم یسیرة ۔ ان نسب الخیر ذکروک ان عملت به اعانوک آخروا شهواتهم و لذاتهم خلفهم و قدموا طاعة ربهم امامهم و نظروا الی سبیل الخیر و الیٰ ولایة احباء الله فاحبوهم و تولوهم و اتبعواهم "

اے جابر ۔ میرا حزن و اندوہ آخرت کی وجہ سے ہے ۔ اے جابر ! جس کے دل میں ایمان کی خالص حقیقت جاگزین ہوجائے وہ دنیا و ما فیھا سے بیگانہ ہوجاتا ہے ۔ دنیا کی پر زرق و برق زینت در حقیقت بیہودہ و بیکار سی چیز ہے ۔ صرف خانۂ آخرت زندہ و باقی ہے ، شائستہ و مناسب نہیں کہ فرد مؤمن دنیا کی لبھانے و فریب دینے والی زینت کا فریفتہ وہ گرویدہ ہو اور اسمیں سکون تلاش کرے ۔ یقین جانو ۔ دنیا پرست ، غافل و نادان و دھوکہ کھائے ہوئے لوگ ہیں اور آخرت پرست ، با ایمان ، باعمل ، زاھد ، اہل علم ، بافہم و ذی فکر افراد ہیں

دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل کرتے ہیں. اور ہرگز خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔

اے جابر! آگاہ ہوجاؤ! پرہیزگار بے نیاز ہیں دنیا کی تھوڑی چیز پر قانع ہیں. اور ان کے مخارج نا چیز ہیں. اگر کوئی اچھا کام انجام دو تو اسمیں مدد کرتے ہیں۔ شہوت و لذت کو پیٹھ پیچھے رکھ چھوڑا ہے اور خداوند عالم کی اطاعت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے. خدا پرستوں کے ساتھ نیکی و دوستی کی راہ میں اپنی آنکھیں بچھا رکھی ہیں، وہ اولیاء خدا کو دوست رکھتے اور انکی پیروی کرتے ہیں.

امام محمد باقرؑ کے وجود میں عالم آخرت کے متعلق خیال و اہتمام اس قدر شدید تھا. کہ سوائے انبیاء الٰہی و جانشین بر حق کے اور کسی میں نظر نہیں آتا. مذکورہ بالا کلام جو کہ امامؑ نے جابر سے گفتگو کے درمیان فرمایا اسکی غیر معمولی معنویت، ہدایت و کمال کی راہ سے متمسک افراد کیلئے راہگشا ہے[۲۰].

وہ راہ کہ جس کو حصول آخرت کیلئے تمام سچے پرہیزگاروں نے طے کیا. اور جتنی قوت تھی صرف اس راہ میں صرف کیا.

امام محمد باقرؑ کی شخصیت کا اجتماعی پہلو

امام محمد باقرؑ کی شخصیت کے اجتماعی پہلو سے ہماری مراد دوران امامت میں امت اسلامی کے ساتھ آپؑ کی روش اور آپؑ کا سلوک ہے. بار ہا اس نکتہ کے متعلق تاکید کی ہے کہ ائمہ معصومینؑ ایک کتاب کے مکرر نسخہ کی طرح ہیں عمل اور فکر میں مساوی ہیں صرف اس فرق کے ساتھ کہ مختلف قسم کے حوادث جو کہ ہر زمانہ میں واقع ہوتے رہتے ہیں انکی وجہ سے ذمہ داری اور حالات بھی مختلف ہو جاتے ہیں.

اس باب میں آپ کی سماجی کاوشیں اور اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ آپ کی معاشرت کے متعلق ہم اشارہ کریں گے.

الف :- امام صادقؑ فرماتے ہیں :

"دخلت علی ابی یوماً و هو یتصدق علیٰ الفقراء المدینة بثمانیة آلاف دیناراً و اعتق اهل بیت بلغوا احداً عشراً مملوکاً" ایک روز اپنے والد کے پاس آیا. تو

دیکھا کہ آپ مدینہ کے فقیروں کے درمیان ۸ ہزار دینار تقسیم کرنے میں مصروف ہیں اور پھر، ایک گیارہ آدمیوں پر مشتمل خاندان کو آزاد فرمایا جو کہ سب کے سب غلام تھے[۲۱]۔

ب:- حسن بن کثیر کہتے ہیں:

میں ابو جعفر محمد بن علیؑ کے پاس گیا اور اپنی تہی دستی و بھائی کی زیادتی کی شکایت کی حضرت نے فرمایا "بئس الاخ، اخ یرعاک غنیاً و یقطعک فقیراً ثم امر غلامہ فاخرج کیساً فیہ سبعۃ دراھم۔ فقال: استنفق ھذا فاذا نفذت فاعلمنی" بہت برا ہے وہ بھائی جو ثروتمندی و بے نیازی کے عالم میں تو تمہارے ساتھ رہے اور فقر و تنگ دستی کے وقت ساتھ چھوڑ دے۔ پھر آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ وہ ایک چھوٹی تھیلی لایا جسمیں سات درہم تھا۔ مجھ سے فرمایا: اسکو لو اور خرچ کرو، جس وقت ختم ہو جائے تو مجھے بتانا[۲۲]۔

ج:- عمرو بن دینا اور عبداللہ بن عبید کہتے ہیں:

جس وقت محمد بن علیؑ کی خدمت میں پہنچتا تو آپ پیسہ یا لباس یا کوئی ہدیہ عطا کرتے اور فرماتے: تمہارے یہاں آنے سے پہلے ہی یہ تمہارے لئے الگ رکھ دیا تھا۔ "ھذہ لکم قبل ان تلقونی"[۲۳]۔

د:- سلیمان بن قرم کہتے ہیں:

ابو جعفر محمد بن علیؑ کبھی ۵۰۰ کبھی ۶۰۰ اور کبھی ۱۰۰۰ درہم انعام کے طور پر ہمیں عطا کرتے تھے۔ اور کبھی بھی اپنے بھائیوں اور اپنے ایلچیوں کو ہدیہ

دیتے یا جن کو آپؑ سے توقع تھی ان کے ساتھ صلہ کرنے سے نہیں تھکتے تھے (۲۴)

ھ:۔ آپؑ کی کنیز سلمیٰ کہتی ہیں:

آپؑ کے بھائی یا دوست جب بھی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بغیر اچھی غذا نوش کئے اور نفیس لباس ہدیہ لئے انکو گھر سے باہر آنے نہیں دیا جاتا۔ میں آپؑ سے عرض کرتی: مولا تھوڑا سا ان امور سے بچا کر رکھیے۔ تو آپ فرماتے "ما حسنة الدنیا الا صلة الاخوان و المعارف" دنیا کی نیکی بھائیوں اور دوستوں کو ہدیہ دینے کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔

سلمیٰ پھر کہتی ہیں: آپ کبھی ۵۰۰ اور کبھی ۶۰۰ اور کبھی ۱۰۰۰ درہم اپنے دوستوں اور بھائیوں کو انعام دیتے تھے۔ امام باقرؑ اپنے دینی بھائیوں کی صحبت و ہم نشینی سے خستہ نہیں ہوتے اور فرماتے تھے "اعرف المؤدة لک فی قلب اخیک بما له فی قلبک" اپنے دوست کے دل میں اپنی محبت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھو تمہارے دل میں اسکی کس قدر محبت ہے۔

آپ کے گھر کبھی نہیں سنا گیا کہ کہا جائے۔ اے سائل! خدا تجھے برکت دے۔ یا اے سائل! یہ لے لے بلکہ آپؑ فرماتے تھے "سموهم باحسن اسمائهم" انکو انکے اچھے نام سے پکارو (۲۵)۔

عوام کے ساتھ آپ کے سلوک و رویہ کی چند مثالیں تھیں جنکو آپ نے ملاحظہ کیا۔

امامؑ کے رویہ و روش کی صحیح ارزش کا پتہ اس وقت چلے گا جب اس نکتہ کی طرف توجہ دلائیں کہ امام محمد باقرؑ مالی لحاظ سے ایسے نہ تھے کہ دوسرے آپؑ سے حسد کرتے۔ بلکہ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں "کان ابی اقل اهل بیته مالاً و اعظمهم مؤونة" میرے والد اپنے گھرانے میں سب سے کم مال رکھتے تھے اور سب سے زیادہ خرچ کرتے تھے (۲۶)۔

لذا امامؑ کی طرف سے اس طرح کی بخشش و عطا اوراس کے ساتھ سختی و مشکل کو تحمل کرنا، بے انتہاء دولت کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ آپؑ یہ سارے اقدامات بہت ہی کم اور محدود پیسہ میں کرتے تھے۔ کیونکہ آپؑ کے نظریہ کے مطابق مالی کمزوری، اجتماعی مشکلات کو حل کرنے سے فرار ہونے کا سبب نہیں بن سکتی۔

امام اس نظریہ کے انتخاب کے ذریعہ چاہتے تھے کہ مالی مشکلات میں گرفتار عوام کو کسی حد تک نجات دیں خصوصاً ان مشکلات سے جو حاکم وقت نظام کی ظالمانہ سیاست کے نتیجہ میں عوام کیلئے اور خصوصاً شیعوں کیلئے پیدا ہو گئی تھیں۔

اس مشکل کے متعلق حضرت کا سب سے بڑا نعرہ رسول اکرمؐ کا کلام تھا "اشد الاعمال ثلاثة، مواساة الاخوان فی المال و انصاف الناس من نفسک و ذکر الله علیٰ کل حال" سب سے مشکل تین کام ہیں ۱۔ مال و دولت میں اپنے کو دوستوں کے ساتھ مساوی رکھنا ۲۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنا ۳۔ ہر حالت میں

خدا کی طرف توجہ رکھنا[۲۷]۔

امام باقرؑ کو بہت اشتیاق تھا کہ اپنے با ایمان پیروؤں کو لوگوں کے ساتھ معاشرت کا سب سے اچھا طریقہ سکھائیں۔ ان تعالیم کا کچھ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

"ثلاثة من مکارم الدنیا و الاخرة۔ ان تعفوا عمن ظلمک و تصل من قطعک و تحلم اذا جهل علیک" تین چیزیں دنیا و آخرت میں نیک شمار کی گئے ہیں ۱۔ جس نے تم پر ستم کیا اسکو معاف کر دینا ۲۔ جس نے تم سے رابطہ منقطع کیا تو اس کے ساتھ رابطہ بر قرار کرنا ۳۔ جو تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آیا ہو اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا[۲۸]۔

"ما من عبد یمتنع من معونة اخیه المسلم و السعی له فی حاجته قضیت او لم تقضی الا ابتلی باالسعی فی حاجته فیما یاثم علیه و لا یو جر و ما م نعتد یبخل بنفقة ینتقها تیما یرضی الله الا ابتل بان ینفق اضعافها فیما یسخط الله" جو بھی اپنے مسلمان بھائی کی مدد سے گریز کرے یا اسکی ضرورت کو دور کرنے (بھلے ہی وہ ضرورت پوری ہو یا نہ ہو) کی کوشش ترک کرے۔ تو وہ ایسی ضرورت میں گرفتار ہوتا ہے کہ اجر کا تو سوال ہی پیدا نہیں بلکہ گناہ کا مرتکب بھی ہوجاتا ہے۔ اور جو بھی بندہ راہ خدا میں مال صرف کرنے میں بخل کرے اس کا کئی گنا خدا کی ناراضگی کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے[۲۹]۔

آپؑ کی ایک بہت ہی مشہور عادت کا یہاں تذکرہ مناسب ہو گا:۔

کسی نصرانی نے آپؑ کی اہانت کی غرض سے کہا: آپ (نعوذ باللہ) "بقر"

(یعنی بیل)ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا: میں باقر ہوں۔
ـ تم باورچن کے بیٹے ہو۔
ـ ہاں میری ماں کھانا پکاتی تھیں۔
ـ تم اس عورت کے بیٹے ہو جسکی جلد سیاہ اور جو بیکار باتیں کرتی تھی۔
ـ "ان کنت صدقت غفراللہ لھا و ان کنت کذبت غفراللہ لک" اگر تو نے درست کہا ہو تو خدا میری ماں کی مغفرت کرے اور اگر جھوٹ کہا تو خدا تجھ کو معاف کرے[۳۰]۔

اس عیسائی شخص نے امام باقرؑ کی شخصیت و عظمت و فضیلت اور آپؑ کے دین کی حقانیت کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے عقیدہ کو چھوڑ کر آپ کے حضور میں ہی اسلام قبول کر لیا۔

امام باقرؑ کے فکری گنجینے

ائمہ علیہم السلام کی شخصیت کی تکمیل میں دین الٰہی کے تقاضوں کے تحت فکری و عملی لحاظ سے جو چیز ہر ایک میں پائی گئی۔ وہ اس بات کا باعث تھی کہ ان حضرات میں سے ہر ایک اپنے زمانہ کے سب سے اعلیٰ اسلامی درجہ اور شخصیت کے حامل ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سارے ائمہؑ فکری و عملی اقدام و فعالیت میں اسلامی رسالت کے حقیقی نمائندے تھے۔

اس لئے ائمہ ہدیٰ وہ گویا زبان ہیں جو حق و ہدایت کے پوشیدہ اسرار کو عیاں کرتی ہے۔ عمل اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ کے وقت شریعت الٰہی کے تابندہ نمونوں اور انکی روش پر تکیہ کرتے ہیں۔

پہلے بھی اس نکتہ کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ ہمارے امام یا تو بغیر کسی واسطے کے رسول خدا سے تربیت پاتے ہیں۔ اور ان کے زیر نظر پروان چڑھتے ہیں جیسے علی علیہ السلام۔ یا پھر انکی روحی شخصیت اپنے ماقبل امام کے

زیر سایہ مرحلۂ کمال کو پہنچتی ہے. اور یہ چیز تمام ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے یہاں پائی گئی ہیں. لیکن ان کے علمی مراتب میں اس قاعدہ کا ہونا ضروری نہیں ہے.

اس قاعدہ کو قبول کرنے کے بعد کہ ائمہ ؑ کی علمی شخصیت بھی اپنے ما قبل امام ؑ کے زیر سایہ خاص طریقہ سے تربیت پاتی ہے البتہ اس نکتہ پر توجہ رکھنی چاہیئے کہ ہر زمانہ کی فکری و علمی ضرورتیں اور مشکلات اس وقت کے تقاضے کے لحاظ سے ہوا کرتی ہیں اور ائمہ کی زندگی بھی اس محیط سے متاثر ہوتی ہے. اگر چہ اس علمی ترکہ سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جو ما قبل امام کے ذریعہ انھیں ملتا ہے.

دوسرے لفظوں میں ائمہ ؑ میں سے ہر ایک کا علمی پہلو دو عاملوں کا نتیجہ ہے. ۱۔ وہ علم جو اپنے ما قبل امام ؑ سے حاصل کرتے ہیں. ۲۔ ماحول اور اس کے زمانہ کے لوگ و حوادث.

اس حقیقت کی طرف بہت سی احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے. اور یہ ان حضرات ؑ کی زندگی میں عملاً نمایاں بھی ہے. ہم نے تاریخ کے اندر ایک مورد بھی ایسا نہیں دیکھا کہ کوئی سوال یا اشکال چاہے وہ دینی ہو یا علمی امام سے کیا جائے اور امام اس کا جواب نہ دے سکے اور اس کا حل پیش کرنے سے عاجز رہے. ائمہ اطہار ؑ کسی بھی مسئلہ اور مطلب میں غلط فہمی کے شکار نہیں ہوتے. قبل اس کے کہ امام باقر ؑ کی علمی شخصیت کی واضح و روشن مثال پیش کریں،

بہتر ہوگا آپ کی اعلیٰ فکر کے چند نمونے بیان کریں۔ سب سے پہلے اس نکتہ کی طرف اشارہ کریں گے کہ امام باقرؑ فکری مسائل میں گہرائی تک پہنچتے اور علمی حیثیت سے چاہے عقاید و فقہ و تفسیر و حدیث ہوں یا معرفت کے دیگر مسائل اپنے معاصرین کی بہ نسبت ایسے مرتبہ پر فائز تھے جو گذشتہ و آئندہ افراد کیلئے تعجب کا باعث ہے۔

عبداللہ بن عمر بن خطاب سے ایک شخص نے سوال کیا۔ تو عبداللہ اس کا جواب دینے سے عاجز رہے۔ اور اس شخص کو امام باقرؑ کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی اور اس سے کہا تم آنحضرتؑ سے سوال کرو۔ اور اس جواب سے ہمیں بھی مطلع کرو۔ اس شخص نے اپنا سوال امامؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ اسے فوراً ہی جواب مل گیا۔ وہ عبداللہ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا، عبداللہ خطاب نے اس شخص سے کہا "انھم اھل بیت مفھوم" یہ دانا و اندیشمند گھرانے سے ہیں[۳۱]۔

عبداللہ بن عطا مکی کہتے ہیں: ہم نے محمد بن علیؑ کے علاوہ اور کسی کے یہاں دانشوروں کو اس درجہ چھوٹے پن و حقارت کا احساس کرتے نہیں دیکھا۔ میں خود اس بات کا شاہد ہوں کہ حکم بن عتیبہ لوگوں کے یہاں اپنے اس مقام و منزلت کے باوجود محمد بن علیؑ کے مقابل اس طرح رہتے جیسے شاگرد اپنے استاد کے حضور میں زانوی ادب ٹیکے ہو[۳۲]۔

اس جگہ آپؑ کے قیمتی خزانوں کا کچھ مزید حصہ جو کہ بطور یادگار باقی

بچا ہے. بیان کرتے ہیں، شاید ہمارے غور و فکر و عبرت کا سبب ہو. اوار ہم کو اپنے افکار و عقاید کو درست کرنے اور ایک با شرف سماج بنانے میں مدد کرے.

ا۔ عمر بن عبید۔ جو معتزلہ مسلک کے متفکروں اور رہبروں میں سے ہیں انھوں نے امامؑ کو آزمانے کی غرض سے پوچھا. میری جان آپؑ پر قربان اس آیت میں خدا کی مراد کیا ہے ؟ (۴۳) " اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقاً ففتقناھما " آیا ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے آسمان و زمین کو بند کر رکھا تھا ہم نے انکو کھولا.

یہ رتق (بند کرنا) اور فتق (کھولنا) یعنی کیا؟

امامؑ نے فرمایا " کانت السماء رتقاً لا تنزل المطر و کانت الارض رتقاً لاتخرج النبات ، ففتق اللہ السماء باالقطر و فتق الارض بالنبات " آسمان بند کر رکھا تھا اس سے بارش نہیں ہوتی تھی زمین بند کر رکھا تھا اس سے سبزہ نہیں اُگتا تھا. خدا نے آسمان کھولا تو بارش ہوئی زمین کو کھولا تا سبزہ اگا.

عمرو اس جواب کو سن کر خاموش ہوگئے اور اس کے بعد پھر کوئی بات زبان پر نہیں لائے.

پھر دوسری مرتبہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے. میری جان آپ پر قربان ہو اس آیت کے متعلق مجھے آگاہ فرمائیے " و من یحلل علیہ غضبی فقد ھوی " جو ہمارے غضب سے دوچار ہو گا وہ ذلیل و ہلاک ہو جائیگا.

امامؑ نے جواب دیا "العذاب یا عمرو، و انما یغضکب المخلوق الذی یاتیه الشئ فیستفزه و یغیره عن الحال التی هو بها ال غیر ها فمن زعم ان الله یغیره الغضب و الرضا و یزول عن هذا فقد وصفه یصفه المخلوق" اے عمر اس آیت میں غضب سے مراد عذاب ہے یہ مخلوقات ہیں جو حادثات کو دیکھ کر رنجیدہ ہوتی ہیں اور غصہ میں آتے ہیں اور مختلف حادثوں کی وجہ سے انکی حالت مختلف ہوتی رہتی ہے۔ لذا اگر کوئی خیال کرے کہ غصہ اور خوشی کی وجہ سے خدا کی ذات میں بھی کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور ایک کی وجہ سے دوسری حالت ختم ہو جاتی ہے تو اس نے خدا کو انسانی صفات سے متصف کیا (۴۴)۔

۲۔ محمد بن منکدر۔ صوفیوں کے رہبر کہتے ہیں۔ میں نہیں سوچتا تھا کہ علی بن حسینؑ بطور یادگار کوئی ایسا فرزند چھوڑ جائیں گے۔ جو فضائل میں ان کا ہم پلہ ہو۔ میں تو عکس عقیدہ رکھتا تھا۔ مگر جب آپ کے فرزند محمد بن علیؑ سے ملاقات کی اور جس وقت آپؑ کو نصیحت کرنا چاہی تو خود آپؑ نے میری نصیحت فرمائی اور یہی وہ مقام ہے جہاں مجھ پر آنحضرتؑ کی فضیلت آشکار ہوئی۔ یہ سنکر اس کے مریدوں نے پوچھا تمہیں کیا نصیحت کی؟ انھوں نے کہا: ایک روز دن کے گرم حصہ میں مدینہ کے اطراف میں گیا۔ وہاں میری ملاقات محمد بن علیؑ سے ہو گئی۔ آپ (ذی استطاعت) لوگوں میں سے تھے اور اپنے دونوں بیٹوں پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ ہم نے اپنے آپ سے کہا قریش کا بزرگ و

سردار اس گرمی میں مال دنیا کے لئے زحمت اٹھا رہا ہے۔ خدا کی قسم اسے نصیحت کرونگا۔ آپ کے قریب گیا اور سلام کیا۔ آپؑ نے ہانپتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔ جبکہ آپؑ کے سرو صورت سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ ہم نے کہا خدا آپ کو خیر دے، آپ قریش کے سردار ہیں اور اس گرم ہوا میں دنیا حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر اس حالت میں آپ کے پیچھے موت آگئی تو آپ کیا کریں گے؟ محمد بن علیؑ نے اپنے بیٹوں کے کندھے پر سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور کھڑے ہو کر فرمایا " لو جائنی و الله الموت و انا فی هذا المال جائنی و انا فی طاعة من طاعات الله اکف بها نفسی عنک و عن الناس و انما کنت اخاف الموت لو جائنی و انا علی معصية من معاصی الله " خدا کی قسم اگر اس حالت میں موت میرے سراغ میں آئے تو خدا کی اطاعت کی بجا آوری میں مروں گا اور اس عمل کے ذریعہ خود کو تجھ سے اور دوسروں سے بے نیاز کر لیتا ہوں میں تو۔ اس سے خوفزدہ ہوں کہ (نعوذباللہ) معصیت کی حالت میں موت آئے۔

آپؑ سے عرض کیا: خداوند عالم آپؑ پر رحمت کرے میں چاہتا تھا آپ کو نصیحت کروں لیکن آپؑ نے میری نصیحت کی (۳۵)۔

اس حدیث کی اہمیت اس وقت روشن ہوتی ہے جب اس بات کو یاد دلائیں کہ محمد بن منکدر صوفی اور دنیا سے کنارہ کش تھا۔ اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر آدمی اپنا تمام وقت عبادت خدا میں صرف کرے تو اسمیں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ حقیقی اسلام نے اپنے مخارج کو دوسروں کے کندھے پر ڈالنے کی کبھی

تائید نہیں کی.

رسول اکرمؐ نے اس کے متعلق فرمایا "ملعون من القیٰ کلہ علیٰ الناس" جو بھی اپنا بار دوسروں کی گردن پر ڈال دے وہ ملعون ہے (۳۶).

امام باقرؑ نے اس فرصت سے مکمل فائدہ اٹھاتے ہوئے صوفیوں کے عمل کو نادرست ٹھہرایا. اور ابن منکدر کو حقیقت کے مقابل لا کھڑا کیا. اور اس پر واضح کردیا کہ اگر روزی کماتے وقت انسان کی موت آپہنچے تو وہ بھی خدا کی اطاعت و بندگی کا ایک لحظہ ہے. اور اس وقت ابن منکدر کے پاس امامؑ کے نظریہ کو سوای صحیح قرار دینے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا. لہذا اس جملہ ـ میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے میری نصیحت کی ـ کے ذریعہ اپنی موافقت اور اپنے قبول کرنے کا اظہار کیا.

۳ـ ابو یوسف انصاری کہتے ہیں: ابو حنیفہ سے پوچھا کیا تم نے ابھی تک محمد بن علیؑ سے ملاقات کی ہے.

وہ بولے، ہاں ایک روز آپؑ سے سوال کیا، کیا خدا گناہ کا بھی ارادہ کرتا ہے؟

تو آپ نے فرمایا: کیا اس صورت میں گنہکار بے اختیار گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں؟

ابو حنیفہ کہتے ہیں: ابھی تک ہم نے کوئی ایسا جواب نہیں دیکھا جو اس قدر سوال کرنے والے کو قانع اور چپ کردے! (۳۷)

اس بات کی طرف توجہ ضروری ہے کہ ابو حنیفہ صاحب نظر فقہاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور حق بھی یہی تھا کہ اپنی کمی کی وجہ سے امامؑ کے جواب کی اس طرح تعریف کرتے۔ اور اس لئے بھی کہ انھیں اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ امامؑ کا جواب اپنے اس علمی دقت نظر کے ساتھ فلسفۂ جبر و فلسفۂ تفویض کو کس طرح باطل کر دیتا ہے۔ ایسا مسئلہ کہ جس نے مفکرین اور فقہاء کے درمیان وحدت کو نابود کا ڈالا۔ لیکن امامؑ نے صرف دو کلمہ کے ذریعہ اس بحث کی صحیح راہ معین فرما دی۔ یہی وہ چیز تھی جس پر ابو حنیفہ انگشت بدنداں تھے۔

۴۔ ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں: قتادہ بن دعامہ بصری، ابو جعفرؑ کے پاس آئے۔ تو امام نے اس سے فرمایا: تم فقہائے بصرہ سے ہو؟

قتادہ نے کہا: جی ہاں

ابو جعفرؑ نے فرمایا "ویحک یا قتادہ ا للہ عزوجل خلق خلقاً فجعلهم حججاً خلقه ،فهم اوتاد فی ارضه ، قوام بامره ، نجباء فی علمه ، اصطفاهم قبل خلقه، اظلة عن یمین عرشه" اے قتادہ تم پر وائے ہو۔ خداوند عالم نے ایک گروہ کو پیدا کیا اور انکو مخلوقات پر حجت قرار دیا۔ وہ زمین کے ثبات و استحکام کے باعث ہیں، خدا کے احکام کو قائم کرتے ہیں اور علم میں کاملترین انسان۔ خدا وند عالم نے انکو تمام موجودات کے خلق کرنے سے پہلے چنا اور (اسکی رحمت کے) زیر سایہ عرش کے داہنی طرف موجود ہیں۔

قتادہ نے ایک لمبی خاموشی کے بعد کہا: خدا کی قسم میں بزرگ فقیہوں کے حضور میں رہ چکا تھا اور ابن عباس کے یہاں بھی شرکت کی مگر کسی کے یہاں بھی میرا روحی اطمینان ہاتھ سے نہیں گیا، لیکن آپ کے سامنے گھبرا گیا۔

امام نے فرمایا "اتدری انیٰ انت بین یدی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ، یسبح لہ فیھا بالغدو و الآصال، رجال لا تلھیھم تجارۃ و لابیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ، فانت ثم و نحن اولئک" کیا تم جانتے ہو کہ کہاں ہو؟ تم ان گھروں کے درمیان ہو جس کے لئے خدا نے اجازت دی کہ وہ بلند ہوں اور اسکا نام اسمیں لیا جائے اس گھر میں کچھ لوگ شب و روز اسکی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی بھی تجارت و معاملہ انکو یاد خدا سے غافل نہیں کرتا۔ یہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکات ادا کرتے ہیں۔ تو اس وقت اسی گھر میں ہے اور ہم وہی لوگ ہیں۔

قتادہ نے عرض کیا: خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا۔ خدا نے ہم کو آپ پر قربان کیا۔ خدا کی قسم مذکورہ آیت میں وہ گھر اینٹ اور مٹی والا گھر نہیں ہے(۳۸)۔

۵ ۔ آپؑ کی با برکت احادیث میں کلمات نصیحت کا کچھ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

"ایاک والکسل والضجر فانھما مفتاح لکل شر، انک ان کسلت لم تؤدّ حقاً و ان ضجرت لم تصبر علیٰ حق" کاہلی اور گھبراہٹ سے دور رہو۔ اس لئے کہ

یہ دونوں ساری برائیوں کی کنجی ہیں۔ اگر کاہلی کرو گے تو حق ادا نہ کر سکو گے۔ اور اگر گھبراؤ گے تو حق کی راہ میں ایستادگی نہ کر پاؤ گے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں " ما من شئی احب الی ممن یسئل و ما یدفع القضاء الا الدعا و ان اسرع الخیر ثواباً البر و العدل و اسرع الشر عقوبة البغی و کفیٰ بالمرء عیباً ان یبصر من الناس ما یعمیٰ عنه نفسه و ان یامرهم بما لایستطیع التحول عنه و ان یوذی جلیسه بما لا یعنیه"

خداوند عالم سوال کرنے والے بندہ کے اتنا کسی بھی چیز کو دوست نہیں رکھتا۔ اور قضا کو سوائے دعا کے اور کوئی چیز تبدیل نہیں کر سکتی جس نیکی کی سب سے جلدی جزا ملتی ہے وہ عدالت ہے اور سب سے جلدی عقاب ہونے والی برائی بغاوت اور ستم ہے۔ انسان کیلئے یہی عیب کافی ہے کہ وہ دوسروں میں عیب ڈھونڈھے اور اپنے اندر وہی عیب نہ دیکھے۔ لوگوں کو ایسے کام کیلئے کہے کہ جسکو وہ خود بھی انجام دینے پر قادر نہ ہو۔ اپنے ہم صحبت کو اس چیز سے تکلیف دے جو اس کیلئے مفید نہیں ہے[۳۹]۔

۶۔ شیعہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ما شیعتنا الا من اتقیٰ الله و اطاعه و ما کانوا یعرفون الا باالتواضع و التخشع و اداء الامانة و کثرة ذکرالله و الصوم و الصلوة و البر بالوالدین و تعهد الجیران من الفقراء و ذوی المسکنة و الغارمین والایتام و صدق الحدیث و تلاوة القرآن و کف الالسن الا بالخیر و کانو اس امناء عشائرهم فی الاشیاء"

میرا شیعہ وہ ہے جو متقی ہو اور خدا کی اطاعت کرے۔ وہ ہے جو تواضع، خشوع، امانت پلٹانے، کثرت ذکر خدا، روزہ، نماز، والدین کے ساتھ نیکی کرنے، غریب پڑوسیوں کی مدد کرنے میں مشہور ہو۔ جو لاچار و مقروض اور یتیموں کی مدد کرے۔ اور سچا شمار کیا جائے۔ ہمارے شیعہ قرآن کی تلاوت ترک نہیں کرتے اور سوائے نیکی کے اپنی زبان بند رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنی جماعت کے درمیان امین ہوتے ہیں [۴۰]۔

۷۔ سیاسی مسائل میں آپ کی فکر، کا سب سے واضح نمونہ آپؑ کی وصیت ہے جو کہ مشہور اموی حاکم عمر بن عبدالعزیز سے کی تھی " اوصیک ان تتخذ صغیر المسلمین ولداً و اوسطھم اخاً و اکبرھم اباً، فارحم ولدک، وصل اخاک و بر والدک و اذا صنعت معروفاً فربہ ادمہ" میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ مسلمان بچوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھو گے اور اڈھیڑ کو اپنا بھائی اور بزرگوں کو اپنے باپ کی طرح شمار کرو گے لہذا اپنے بچہ کی بہ نسبت مہربان رہو اور اپنے بھائیوں کے پاس رفت و آمد رکھو اور اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اور جب بھی کوئی نیک کام انجام دو تو پھر اسے ترک نہ کرو [۴۱]۔

مذکورہ بالا مورد امام باقرؑ کے تفکر و خیالات کا صرف ایک نمونہ ہے ایسی ذات کہ جس کے ذمہ قافلۂ تفکر اسلامی کی رہبری تھی۔ جو گذشتہ نسلوں کیلئے ہادی تھا۔ اور آئندہ نسلوں کیلئے بھی رہے گا۔

آپؑ کی موقعیت اور شخصیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم اس

نکتہ کی طرف اشارہ کریں کہ آپ کی امامت کے زمانہ میں لوگ دیار اسلامی کے اطراف جوانب سے اپنی فکری و دینی مشکل کے حل کیلئے آپ کے پاس آتے تھے اور صرف عوام ہی نہیں بلکہ اس زمانہ کے نامور مفکرین بھی برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور معارف کے اتھاہ سمندر سے مستفید ہوتے۔

امام محمد باقرؑ کی نصیحت اور آپ کے عہد کے بزرگ مفکرین جیسے ابن منکدر (صوفیوں کے پیشوا) و عمرو بن عبید (معتزلہ جماعت کے راہنما) و ابوحنیفہ (صاحب نظر پیشوا) اور قتادہ (بصرہ کے مشہور فقیہ و مفسر) کے ساتھ آپ کے علمی مناظروں کے کچھ نمونوں کا تذکرہ کیا اور اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے حسن بصری، طاؤس یمانی، نافع بن ازرق، عبد بن نافع وغیرہ کے ساتھ آپؑ کی بحث کا تذکرہ نہ کیا۔

امام باقرؑ کی فکر صرف علمی مسائل و مناظرات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بہت سے جدید مسائل کے علاوہ آپؑ کے والد بزرگوار کے بعد کامیاب قیادت بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ لہذا آئندہ فصل میں مکتب اہل بیتؑ کی نشو و نما میں امام پنجم حضرت محمد باقرؑ کی حیثیت کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

انشاء اللہ

کاروان اصلاح

حضرت امام سجاد علیہ السلام کی زندگانی کے تجزیہ کے وقت امت اسلامی کی اصلاح کے مرحلہ میں آپکی قیادت کی عملی روش کو بیان کیا۔ اور اس وقت واضح ہوا کہ امام سجاد نے اپنی امامت کے با برکت دور میں معاشرے کے اخلاقیات و معنویات کے معیار کو بلند کرنے اور آل محمدؑ کی مودت و ولایت کو بڑھانے کے لئے کس درجہ مؤثر و عمیق اقدامات کیے۔

لیکن امام سجاد علیہ السلام کی ساری فعالیت اسی امر میں خلاصہ نہیں ہوتی، بلکہ آپؑ نے سب سے پہلے مرحلہ میں امامت و ولایت کے پائندہ مکتب کی پایہ ریزی کی اور مکتب تشیع کی بنیاد کو استحکام بخشا۔

آپ کی زندگانی کے بیان میں اس بات کا بھی ذکر ہوا کہ آپؑ نے نامساعد حالات کے باوجود، دینی علم و ادب و معرفت رکھنے والے بزرگوں کی ایک جماعت کو اسلامی معارف کے شفاف چشمہ سے سیراب کرتے تھے۔

امام سجادؑ کی رحلت کے بعد امام باقرؑ نے امت کی رہبری کی ذمہ داری و مسئولیت قبول فرمائی، اور پھر صرف آپ ہی کی واحد شخصیت تھی جو اس منصب کیلئے لازم لیاقت پر پوری اترتی تھی۔ اس کتاب کے شروع میں بھی اس کے کچھ مصادیق بیان کیے گئے ہیں۔ امام باقرؑ علیہ السلام نے اپنی عمر کے آخری ۱۹ سال تک ہدایت و اصلاح کی مشعل کو اپنے دوش پر اٹھایا۔

اس سوال کا بنیادی جواب دینا بہتر ہوگا کہ آپؑ نے اصلاح امت کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا۔ اور کاروان اصلاح کی کس سمت رہبری کی؟

قبل اس کے کہ امام باقرؑ کی اصلاحی روش کی ماہیت کا تجزیہ کریں۔ اس نکتہ کی طرف اشارہ ضروری ہوگا کہ آپؑ کے اصلاحی اقدام و اہداف موجودہ حاکم شرائط کے بر خلاف تھے۔ دوسرے لفظوں میں معاشرہ کی فکری کیفیت، حاکم مشینری کے ساتھ عوام کا مثبت یا منفی رابطہ، حکومت کی قدرت اور کمزوری، آپؑ کا حکومت سے سرو کار، اور حکام وقت کے مقابل آپؑ کی حیثیت، اور آخر میں عمومی سکون و خلفشار کو مد نظر رکھتے ہوئے امامؑ نے اپنی اصلاحی سیاست کا انتخاب کیا۔

اگر امام باقرؑ کے دوران امامت کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ آپ کی مدت امامت کے تقریباً دو تہائی حصہ میں آپؑ سے حکومت کے کسی اختلاف یا تنازع کا نام و نشان تک نہیں ملتا اور یہ مدت ولید بن عبدالملک کی حکومت کا اواخر اور ہشام بن عبد الملک کی حکومت کے اوائل کا حصہ ہے۔ ہشام سے پہلے

کے حکمراں عام طور سے یا تو عیش و عشرت و خوشگذرانی میں مشغول تھے یا پھر ایک دوسرے سے اپنا حساب صاف کرنے میں مصروف تھے جس کے متعلق آیندہ فصل میں وضاحت کریں گے. انشاء اللہ.

انصافاً عمر بن عبدالعزیز کے حساب کو دوسرے حاکموں سے جدا رکھنا چاہیے. اس لئے کہ تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ اس نے بنی ہاشم کے ساتھ نرم اور منصفانہ رویہ اختیار کیا تھا.

امام باقرؑ نے فرصت کے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور پورے انہماک کے ساتھ معاشرے کی حالت کو تبدیل کرنے میں لگ گئے.

امام باقرؑ اپنی پر ثمر و مؤثر تعلیمی و تدریسی سیاست کے استعمال کے ذریعہ معاشرہ کے فکری ڈھانچہ کو تبدیل کرنے میں مصروف تھے . اور اپنی ثقافی فعالیت کو بہت ہی اعلیٰ سطح سے شروع کیا اور اس کے ذریعہ اپنے ہدف کیلئے مورد نیاز متخصص و آگاہ جماعت کی تربیت کا اقدام فرمایا.

امام باقرؑ علیہ السلام کی معتدل و محدود فعالیت اس بات کا سبب بنی کہ اطراف و جوانب سے اسلامی معاشرہ کے فکری راہنما آپؑ کے پاس جمع ہونے لگے. معارف و دانش کے جویاں آپ کے، خرمن علم و خرد سے خوشہ چینی کیلئے مدینہ کی سمت رواں ہوگئے.

نیز دانشوروں کا دوسرا گروہ آپ سے مناظرہ و بحث کیلئے خدمت میں آ پہنچا.

مکتب اہل بیتؑ دو مہم خصوصیتوں کا حامل ہے. ۱۔ اسلامی معارف ۲۔ مسائل میں وسعت اور گستردگی.

اول۔ مکتب اہل بیتؑ کا علمی پہلو

امام حسنؑ و امام حسینؑ کے فرزندوں میں کسی کو بھی ویسا موقع ہاتھ نہ آیا جیسا کہ امام باقرؑ کو علم دین، سنت رسول اکرمؐ، علم تفسیر، سیرۂ نبوی، اور دیگر علوم کو بیان کرنے کا ملا (۴۲).

ابو جعفر امام محمد باقرؑ نے پیغمبروں سے متعلق اخبار کو بیان فرمایا اور پیغمبر اکرمؐ کے جہاد کے متعلق مطالب بطور یادگار باقی چھوڑے. آپؑ سے سنت رسول اکرمؐ کے متعلق بہت سی روایتیں نقل ہوئی ہیں. مناسک حج کے متعلق رسول اکرمؐ سے آپؑ کی نقل کی ہوئی روایت مورد استناد واقع ہوئی ہے. اسی طرح تفسیر قرآن کے متعلق قیمتی معارف بھی آپؑ ہی سے بیان کئے گئے ہیں. اہل سنت و شیعہ دونوں نے ہی آپؑ سے روایت کی ہے. اور صاحب نظر افراد آپ کے ساتھ مناظرہ کرنے بیٹھے ہیں. اور پھر علم کلام کا بہت بڑا حصہ آپؑ ہی کا مرہون منت ہے (۴۳).

آپؑ کا ایک شاگرد آپؑ کے فکری و عقلی پہلو کے متعلق کہتا ہے: جس مسئلہ میں بھی جرو بحث ہوتی ہیں اس مسئلہ کا حل ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) سے پوچھتا اور اس طرح کے مسئلوں کی تعداد ۳۰ ہزار سے بھی زیادہ ہے (۴۴).

امامؑ کے ایک دوسرے صحابی جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں: ابو جعفرؑ نے

ہمارے لئے ۷۰ ہزار حدیثیں بیان فرمائیں [۴۵].

اور ہر منصف آدمی کیلئے عبد بن عطاء مکی کا وہ قول کافی ہے جس کے ذریعہ وہ آنحضرتؑ کی علمی منزلت کو درک کر سکتا ہے، وہ کہتے ہیں. ہم نے دانشوروں کو ابو جعفرؑ کے یہاں جتنی اور کسی کے پاس حقارت محسوس کرتے ہوئے نہیں دیکھا. حکم بن عینیہ تو آپ کے مقابل قفس میں اسیر پرندے کی طرح رہتے [۴۶].

جو بھی محقق سنن و تاریخ اور روایات کی کتب کی چھان بین کریگا، اس پر عیاں ہو جائیگا کہ امام باقرؑ کی فکر (جو بدون واسطہ تعالیم وحی سے منعکس و منور ہے) اپنے اندر معرفت کے مختلف گوشوں مثلاً فلسفہ و فقہ روایات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے [۴۷].

جیسے آپ کے یہاں مسائل و معارف میں جدت پائی جاتی تھی ویسے ہی اسے اسلامی معاشرے کے سامنے پیش کرنے کا طریقہ بھی جدا تھا. کبھی تو اس جلسۂ تدریس میں بیان فرماتے جو شاگردوں کے درمیان بر قرار ہوتا اور کبھی ایسے مناظرہ کی صورت میں جسمیں عوام الناس کی شرکت کے شرائط فراہم ہوں مثلاً موسم حج وغیرہ. اور کبھی گفتگو و احادیث، وصیت و نصیحت وغیرہ کے ذریعہ معارف کو لوگوں تک منتقل کرتے.

آنحضرتؑ کے ہم عصر مفکروں کے ساتھ گفتگو، بحث و مناظرہ کا تذکرہ گذشتہ بحث میں ہو چکا ہے [۴۸]. انمیں کچھ فلسفی بحثیں اور کچھ اعتقادی و فقہی و

تفسیری مسائل پر مشتمل تھیں. لیکن یہاں کچھ دیگر مسائل کا بھی تذکرہ کریں گے تاکہ ان مباحث کی تکمیل کے ساتھ کچھ اور حقیقتیں بھی واضح ہو جائیں.

آنحضرتؑ کی جابر بن یزید جعفی سے وصیت:

اوصیک بخمس، ان ظلمت فلا تظلم وان خانوک فلا تخن و ان کذبت فلا تغضب و ان مدحت فلا تفرح وان ذممت فلا تجزع. فکر فیما قیل فیک. فان عرفت من نفسک ما قیل فیک فسقوطک من عین اللہ عزوجل و علا عنہ غضبک من الحق اعظم علیک مصیبة مما خفت من سقوطک من اعین الناس، وان کنت علی خلاف ما قیل فیک فثواب اکتسبتہ من غیر ان یتعب بدنک.

و اعلم بانک لا تکون لنا ولیا حتی لو اجتمع علیک اہل مصرک و قالو، انک رجل مؤلم یحزنک ذالک و لو قالوا، انک رکل صالح لم یسؤک ذالک و لکن اعرض نفسک علی کتاب اللہ فان کنت سالکاً سبیلہ زاھداً فی تزھیدہ راغباً فی ترغیبہ خائفاً من تخویفہ فاثبت والبشر، فانہ لا یضرک ما قیل فیک و ان کنت مبائناً للقرآن فماذا الذی یغرک من نفسک. ان لامؤمن مینی لمجاھدة نفسہ لیغلبھا علی ھواھا فینعشہ اللہ فینتعش و یقبل اللہ عثرتہ فیتذکر و یفزع الی التوبة و لامخافة فیزداد بصیرة و معرفة لما زید فیہ من الخوف و آالک بان لالہ یقول. ان الذین اتقوا اذامسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون.

یا جابر استکثر لنفسک من اللہ الرزق تخلصاً الی الشکر و استقلل من نفسک کثر الطاعة اللہ ازراء علی النفس و تعرضاً للعفو، وادفع عن نفسک

حاضر الشر بحاضر العلم و استعمل حاضر العلم بخالص العمل من عظیم الغفلة بشدة التقیظ و استجلب شدة التیقظ بصدق الخوف، واحذر خفی التزین بحاضر الحیاة و توق مجازفة الهویٰ بدلالة العقل و قف عند غلبة الهویٰ باسترشاد العلم۔ واستبق خالص الاعمال لیوم الجزاء وانزل ساحة لاقناعة باتقاء الحرص.....

میں تمہیں پانچ چیزوں کے متعلق وصیت کرتا ہوں : اگر تم پر ستم ہو تو تم ستم نہ کرو ،اگر تمہارے ساتھ خیانت ہو تو تم خائن نہ بنو اگر تمکو جھٹلایا گیا تو تم غضبناک نہ ہو۔ اگر تمہاری تعریف ہوئی تو خوشحال نہ ہو۔ اگر تمہاری مذمت ہوئی تو شکوہ مت کرو۔ تمہارے متعلق لوگ جو کہتے ہیں اس پر غور کرو۔ پس اگر تم واقعاً ویسے ہی جو جیسا کہ لوگ خیال رکھتے ہیں۔ تو اس صورت میں اگر تم حق بات سے غضبناک ہوئے تو یاد رکھو خدا کی نظر سے گر گئے۔ اور خدا کی نظر سے گرنا لوگوں کی نظر میں گرنے سے کہیں بڑی مصیبت ہے۔ لیکن اگر تم نے اپنے کو لوگوں کے کہنے کے بر خلاف پایا تو اس صورت میں تم نے بغیر کسی زحمت کے ثواب حاصل کیا۔

یقین جانو ! تم میرے دوستوں میں صرف اسی صورت میں ہو سکتے ہو کہ اگر تمام شہر کے لوگ تم کو برا کہیں اور تم غمگین نہ ہو۔ اور سب کے سب کہیں تم نیک آدمی ہو تو شادمان نہ ہو۔ اور لوگوں کے برائی کرنے پر خوف زدہ مت ہو۔ اس لئے کہ وہ جو کچھ کہیں گے اس سے تم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اور اگر لوگ تمہاری تعریف کریں جبکہ تم قرآن کی مخالفت کر رہے ہو تو پھر کس چیز

نے تم کو فریفتہ کر رکھا ہے ؟ بندۂ مؤمن ہمیشہ نفس سے جہاد میں مشغول رہتا ہے تا کہ خواہشات پر غالب ہو جائے اور اس امر کیلئے اہتمام کرتا ہے.

پس کبھی اپنے نفس کو سیدھی راہ پر لاتا ہے اور رضای خدا کی خاطر خواہشات نفس کی مخالفت کرتا ہے اور کبھی اسکو نفس زمین پر دے مارتا ہے اور وہ نفس کی پیروی کر بیٹھتا ہے اس صورت میں خداوند اسکی ہدایت کرتا ہے اور اسکو راہ راست کی طرف پلٹا دیتا ہے، خدا اسکی لغزش کو بخش دیتا ہے. اور وہ بھی جب اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتا ہے اور خدا سے پناہ مانگتا ہے. جس وقت اسمیں خدا کا خوف بڑھتا ہے تو اسکی بصیرت و معرفت میں بھی اضافہ ہوتا ہے. خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے ـ جیسے ہی اہل تقویٰ کے دل میں وسوسہ و شیطانی خیالات و ہوں اور وہ خدا کو یاد کریں تو اسی لمحہ ان کے اندر بینائی و بصیرت پیدا ہوگی ـ

اے جابر! خداوند عالم سے چاہو کہ وہ تمہاری روزی کو وسیع کر دے تا کہ اس کے ذریعہ تم اس کا شکر بجا لاؤ اور اپنی عبادت و اطاعت کو کم شمار کرو تا کہ تم میں انانیت پیدا نہ ہو. اور مورد رحمت الٰہی و بخشش پروردگار قرار پاؤ اپنے علم کو عمل خالص کے ساتھ مخلوط کر دو. اور اپنے کاموں میں خلوص کو غفلت کے خطرہ سے محفوظ رکھنے کیلئے ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہو. بہت زیادہ ہوشیاری حقیقی خوف کی وجہ سے ہوتی ہے. دنیا کیلئے اپنے اعمال کو سجانے سے پرہیز کرو. اور عقل کی راہنمائی سے اپنے کو خواہشات و ہوس کے خطروں سے

دور رکھو. جب بھی تم پر تمہاری خواہشات غالب ہوں اپنے علم سے ہدایت طلب کرو. اپنے خالص عمل کو سرای آخرت کیلئے محفوظ رکھو. اور حرص پر غالب آکر قناعت کی چادر اوڑھ لو[۴۹].

مذکور جملے جو آپ نے ملاحظہ کئے. یہ آپ کے شاگرد جابر بن یزید جعفیؒ سے آپکی وصیت کے کچھ حصے ہیں, اس فرمائش میں اسلام کے اندر ایک انسان کی حقیقی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے. ایسی فرمائش کہ جس کا سر چشمہ قرآن کریم ہے، اسمیں قرآن کے رد پا کو جگہ جگہ محسوس کر سکتے ہیں.

قارئین اگر اس عبارت کے ایک ایک فقرے پر دقت کریں. اور اس کے مضمون پر غور کریں تو آپ کے لئے یہ حقیقت مسلم ہو جائیگی کہ اس کا بیان کرنے والا کوئی عام اور معمولی انسان نہیں. بلکہ بلا شبہ اس کا وحی الہی کے صاف شفاف چشمہ اور حقیقی اسلامی و الہٰی فکر سے گہرا تعلق ہے. ہاں آپؑ اپنے جد بزرگوار رسول اکرمؐ کے حقیقی وارث و نائب تھے اور تاریخ بشریت کے اس خاص اور حساس دور میں آسمانی دین (اسلام) کے معارف کی نشر و اشاعت کیلئے آپ نے ہی کمر ہمت کسی.

امام محمد باقرؑ کے فرمودات

۱۔ما شیب شئی بشئی آخر خیر من حلم بعلم [50]۔سب سے بہترین چیز کہ جسکو ایک دوسرے سے مخلوط کرنا ممکن ہے وہ حلم (بردباری)اور علم ہے.

۲۔ الکمال کل الکمال الفقه فی الدین و الصبر علیٰ النائبه و تقدیر المعیشه ۔ برترین کمالات عبارت ہیں. دین کے متعلق آگاہی و شناخت ، سختی و مشکلات کے اوپر تحمل اور زندگی کے اندر نظم و ضبط.

۳ ۔ ثلاثة من مکارم الدنیا و الاخرة . ان تعفوا عمن ظلمک و تصل من قطعک و تحلم اذا جهل علیک ۔ تین چیزیں دنیا اور آخرت میں پسندیدہ ہیں. جس نے تم پر ظلم کیا اسکو معاف کردو ، جس نے تم سے قطع رابطہ کر لیا ہے اس سے ملاقات کو جاؤ ، جب بھی کوئی تمہارے ساتھ جہالت کرے تو اپنے کو قابو میں رکھو.

۴۔ لا یکون العبد عالماً حتیٰ لا یکون حاسداً لمن فوقہ و لامحقراً لمن دونہ۔ بندہ اس وقت عالم ہوتا ہے جب خود سے برتر فرد سے حسادت نہ کرے اور کمتر کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

۵۔ ثلاث خصال لا یموت صاحبھن ابداً حتی یریٰ و بالھن، البغی و قطعیۃ الرحم و الیمین الکاذبۃ یبارزاللہ بھا۔ تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جنکا نقصان اس کے مرتکب ہونے والے کو موت سے پہلے پہنچتا ہے۔ بغاوت و سرکشی، اعزا سے قطع رحم، خدا کی جھوٹی قسم۔

۶۔ و ان اعجل الطاعۃ ثواباً لصلۃ الرحم و ان القوم لیکونون فجاراً فیتواصلون فتنمی اموالھم و یثیرون و ان الیمین الکاذبۃ و قطعیۃ الرحم الیذران الدنیا بلا قع من اھلھا۔ سب سے جلدی ثواب ملنے والی طاعات عبارت ہیں: صلۂ رحم۔ لوگوں کا ایک گروہ فاسق ہے لیکن چونکہ وہ صلہ رحم کرتے ہیں اس لئے ان کے مال میں اضافہ ہوتا ہے اور خود بھی زیادہ ہوتے ہیں اسی طرح قطع رحم اور جھوٹی قسم زمین کو بے آب و گیاہ بنا کر ویرانہ میں تبدیل کر دیتی ہے۔

آنحضرتؑ کا فقہی پہلو

حدیث کی ہر معتبر اور متداول کتب مثلاً کافی، من لا یحضرہ الفقیہ، استبصار و غیرہ کے مطالعہ و تجزیہ سے بھی آپؑ کی فقہی میراث واضح ہو جاتی ہے۔

امام محمد باقرؑ علم اصول کے سب سے پہلے مؤسس ہیں آپؑ کے بعد یہ علم آپ کے فرزند ارجمند و بزرگوار حضرت امام جعفر صادقؑ کے ذریعہ رشد و تکامل کی منزل تک پہنچا(۵۱)۔

امام باقرؑ مذکورہ بالا موارد کے علاوہ اور بہت سے علوم میں غیر معمولی قدرت و توانائی رکھتے تھے۔ اس کے متعلق قبیلہ جارودیہ و مذہب زیدی کے رہبر ابو جارود زیاد بن منذر نے ایک کتاب آپسے نقل فرمائی ہے اور علی بن ابراہیم بن ہشام نے اپنی تفسیر میں س کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اسی طرح ابن ندیم بھی کتاب "ھدایۃ" کی فہرست میں تالیفات اسلامی کا ذکر کرتے ہیں (۵۴).

محترم قارئین ؛ شیخ طبرسی کی قیمتی کتاب (مجمع البیان فی تفسیر القرآن) اور علامہ طباطبائیؒ کم نظیر کتاب (المیزان فی تفسیر القرآن) کے علاوہ دیگر تفسیروں کا مطالعہ کر کے معصومین کی گرانبہا میراث سے مکمل آشنائی پیدا کر سکتے ہیں.

امام باقرؑ کو قرآن کے بلجند مفاہیم سے استفادہ کرنے کی قدرت اور اس پر اس درجہ تسلط حاصل تھا کہ آپ نے ایک روز اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا " اذا حدثتکم بشیئ فاسئلوا عن کتاب اللہ ، ثم قال فی حدیثہ ان اللہ نھیٰ عن القیل و القال و فساد المال و کثرۃ السؤال" جب بھی میں کسی امر میں تم سے گفتگو کروں تو اس کے مضمون کے متعلق کتاب خدا سے سوال کرو؛ پھر اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اللہ نے قیل و قال کرنے ، مال تباہ کرنے اور زیادہ سوال کرنے سے منع کیا ہے.

مجلس کے حاضرین نے جو کہ آپؑ کے شاگرد تھے سوال کیا کہ یہ مطلب کتابِ خدا میں کس جگہ بیان ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا " ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاماً" اپنے مال کو بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو اس لئے کہ اللہ نے اس کے متعلق تم کو ذمہ دار قرار دیا ہے.

اور پھر فرمایا " و لا تسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم" ایسے مسائل کہ

جنکی آگاہی تمہاری ناراضگی کا سبب بنے ان کے متعلق سوال نہ کرو!(۵۳).

دوم۔ مکتب امام باقر علیہ السلام کی وسعت

گذشتہ فصل میں امام محمد باقرؑ کے زمانہ میں مکتب اہل بیتؑ کی فکری و ثقافتی فعالیت کے متعلق بحث ہوئی. لیکن جو مسئلہ باقی رہ گیا وہ ہے اہل بیت اطہار کے مکتب کی روش ہے.

امامؑ سے کتب سیرت نے جو کچھ اپنے اندر محفوظ رکھا ہے اس کا دقت سے مطالعہ کرنے پر ہمکو اسلامی ثقافت کی ایسی بلند و درخشاں چوٹیاں نظر آتی ہیں جو سب کی سب معارف اہل بیت اطہارؑ کے صاف و شفاف چشمہ سے وسیراب ہیں.

دین کی معروف شخصیات۔ رسول اکرمؐ کے باقی ماندہ اصحاب، تابعین اور مسلمانوں کے فقہی پیشواؤں نے امام محمد باقرؑ سے روایت نقل کی ہے آپؑ کی شخصیت علم اور مراتب، فضیلت کے لحاظ سے زباں زد خاص و عام تھے(۵۴).

جن لوگوں نے اپ کے معارف کی نشر و اشاعت کیلئے قدم اٹھایا، وہ دو گروہ پر مشتمل ہیں.

ا۔ حضرت کے صحابی و شاگرد

یہ اہل علم و فضل کا ایک گروہ تھا کہ جس نے امام کے ساتھ اہم نشینی و مصاحبت کا شرف پایا تھا. اور آپ کے افکار و احادیث کو ایک شاگرد کی طرح درک اور محفوظ کرتا اور اس پر عمل پیرا رہتا. اس گروہ کا ایک حصہ مندرجہ

ذیل افراد سے عبارت ہے.

۱۔ جابر بن عبداللہ انصاری ۲۔ جابر بن یزید جعفی ۳۔ حمران بن اعین ۴۔ معروف بن خربوز کی ۵۔ ابو بصیر اسدی ۶۔ فضل بن یسار ۷۔ محمد بن مسلم ۸۔ یزید بن معاویہ عجلی ۹۔ سلاجم بن مستنصر ۱۰۔ حکم ابن ابو نعیم ۱۱۔ عامر بن عبداللہ بن جذاعہ ۱۲۔ حجر بن زائدہ ۱۳۔ عبداللہ بن شریک عامری ۱۴۔ محمد بن اسماعیل بن بزیع ۱۵۔ عبداللہ بن میمون قداح ۱۶۔ محمد بن مروان کوفی (یہ ابو الاسود کے فرزندوں میں سے ہیں.) ۱۷۔ اسماعیل بن فضل ہاشمی ۱۸۔ ابو ہارون مکفوف ۱۹۔ عقبہ بن بشیر اسدی ۲۰۔ طریف بن ناصح ۲۱۔ سیعد بن طریف دولی ۲۲۔ اسماعیل بن جابر خثعمی ۲۳۔ ابو بصیر لیث مرادی ۲۴۔ ابو جارود زیاد بن منذر ۲۵۔ کمیت بن زید اسدی ۲۶۔ ناجیہ بن عمارۃ صیداوی ۲۷۔ معاذ بن ملسم فرانحوی ۲۸۔ عبداللہ بن ابو یعفور ۲۹۔ ابان بن تغلب ۳۰۔ ابو حمزہ ثمالی ۳۱۔ زید بن علی بن حسینؑ وغیرہ..... (۵۵)

۲۔ دیگر روایت کرنے والے

یہ گروہ مفکروں، محدثوں اور مفسروں پر مشتمل ہے جو مختلف موضوع کے متعلق آپؑ سے اسلامی معارف سکھتا تھا. انمیں سے کچھ کے نام ہم یہاں ذکر کرتے ہیں.

۱۔ عمر بن دینا جمحی عبدالرحمن اوزاعی ۲۔ عبدالملک بن عبدالعزیز اموی ۳۔ قرۃ بن خالد دوسی ۴۔ محمد بن منکدر قریشی تمیمی ۵۔ یحییٰ بن کثیر طای ۶۔ محمد

بن مسلم زیدی ۷۔ ابو محمد ۸۔ عبداللہ بن ابوبکر انصاری (امام مالک کے استاد و بزرگ) ۹۔ ابوہارون مدنی ۱۰۔ قاسم بن محمد بن ابوبکر ۱۱۔ کیسان سختیانی صاحب الصوفیہ ۱۲۔ ابن مبارک ۱۳۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ۱۴۔ محمد بن ادریس شافعی ۱۵۔ زیاد بن منذر ہندوی۔

اسی طرح حکماء جیسے طبری اپنی تاریخ میں۔ بلاذری۔ سلامی۔ خطیب۔ صاحب موطا و شرف المصطفیٰ اور ابانہ۔ حلیۃ الاولیاء، سنن ابو داؤد و الکافی، مروزی۔ ترغیب اصفہانی۔ زمخشری اور تفسیر نقاش لکھنے والے و بسیط واحدی نے آنحضرت سے روایت نقل کی ہے (۵۶)۔

اور یہ ذکر کرنا بھی لازم ہوگا کہ امام باقرؑ کی محفل درس صرف علم کی راہ پر چلنے والے ارباب معرفت سے مخصوص نہ تھی بلکہ یہ دسترخوان کافی وسیع تھا اور مختلف طبقہ و جماعت کے افراد امام باقرؑ کی خالص اسلامی فکر سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ مثال کے بطور۔ موسم حج، یہ ایک ایسا موقع ہوتا جسمیں لوگ اہل بیتؑ کے معارف سے سیراب ہوتے۔ امام باقرؑ حج کے زمانہ میں سوال پوچھنے والوں کو جواب عطا فرماتے تھے (۵۷)۔

اسی طرح مدینہ منورہ میں اپ کا گھر بھی ہمیشہ ہدایت و فضیلت کا مرکز رہا اور مشتاق افراد کے دلوں کو اپنی طرف جذب کرتا اور احکام شریعت و ہدایت کی راہ کے جویاں افراد کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرتا تھا۔

امام باقرؑ کے زمانہ میں بنی امیہ کی سیاست

امام زین العابدینؑ نے ۹۵ھ میں شہادت پائی آپ کے بعد امام باقرؑ نے مسلمانوں کی رہبری و پیشوائی کی ذمہ داری قبول فرمائی آپ کی امامت کی مدت ۱۹ سال ہے. اس مدت میں تقریباً ۲ سال ولید بن عبدالملک کی حکومت کا دور ہے اور اسی طرح تقریباً ۲ سال سلیمان بن عبدالملکؒ کی زمامداری میں گذرے ہیں.

حضرت محمد باقرؑ کے دوران امامت میں بھی حکومت بنی امیہ کے روابط اہل بیت اطہارؑ سے بہتر نہ تھے. شاید کربلا کا جانگداز واقعہ اور پھر اس کے بعد دشمن کے زہر کے ذریعہ امام سجادؑ کی شہادت لوگوں کے ذہن بھلا نہ پائے تھے.

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم پڑتا ہے کہ عبدالملک اہل بیتؑ کی جانت سے اپنی حکومت کی نابودی کے خوف سے ہمیشہ ڈرا رہتا تھا. اسی وجہ سے اس نے بہت سے ظلم کئے اس میں سے ایک امام سجادؑ کو مسموم کرنا بھی ہے.

اس نے اپنی حکومت کی تھوڑی سی مدت میں سب سے پہلے خاندان حجاج کی بہ نسبت وہ کینہ جو اس کے اندر ذاتی طور پیدا ہو گیا تھا اسکی تلافی میں لگا تھا. لیکن ہمیں اس کا تذکرہ مقصود نہیں. اور پھر اس کے بعد اس نے ولید کے منصوب کئے ہوئے والیوں کو معزول کرنا شروع کر دیا اور انمیں سے بعض مثلاً محمد بن قاسم کو قتل بھی کیا(۵۸). سلیمان ولید کے والیوں کو معزول کرنے کے زمانہ میں بھی عیش و نوش اور شہرت پرستی سے غافل نہ تھا. اس نے ان افعال میں اس درجہ افراط سے کام لیا کہ تاریخ لکھنے والوں نے اسکو بلا تردید گذشتہ سلاطین سے کہیں زیادہ فاسد شمار کیا ہے(۵۹).

جب عمر بن عبدالعزیز بر سر اقتدار آیا تو اس نے ایک عظیم تبدیلی پیدا کی اور اسلام کی طرف دعوت اور اس کے منافع کیلئے اقدام کئے. گر چہ اسکی حکومت کی مدت زیادہ نہ تھی لیکن اہل بیت اطہارؑ کے ساتھ اسکا رویہ و سلوک بہت ہی منصفانہ تھا. اہل بیتؑ پر یوں تو بہت سے مظالم روا تھے من جملہ علیؑ کو منبروں سے دشنام دینا جو کہ معاویہ کے ذریعہ وجود میں آیا اور ہر شہر میں اسپر عمل ہوتا تھا. عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے ختم کر دیا گیا. عمر بن عبدالعزیز کی حکومت سے پہلے سبھی اموی سلاطین نماز جمعہ کے خطبہ میں علیؑ کو دشنام دیتے تھے. لیکن عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ خطبہ میں دشنام کی جگہ پر یہ آیت پڑھی جائے "ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء و المنکر و البغی یعظلم لعلکم تذکرون"

اللہ نے تم کو عدل کی رعایت و احسان اور اہل کنبہ کے ساتھ بخشش کیلئے حکم دیا ہے اور فحشاء و برائی و سرکشی سے منع فرمایا ہے، خدا تمہاری نصیحت کرتا ہے شاید تم متوجہ ہو جاؤ (۶۰)۔

اس کے علاوہ "فدک" (۶۱) کو امام باقرؑ کے حوالہ کر دیا۔ اور اس اعتقاد کے ساتھ کے فدک پر سلاطین کا قبضہ بدون دلیل و غاصبانہ تھا۔ ہشام بن معاذ کہتا ہے جس وقت عمر بن عبدالعزیز مدینہ وارد ہوا تو میں اس کے ساتھ تھا۔ عمر نے حکم دیا کہ منادی آواز لگائے جس کے اوپر بھی ظلم ہوا وہ اپنا حق پانے کیلئے رجوع کرے۔

منادی کی اس آواز کے بعد امام باقر علیہ السلام اپنے غلام (عزائیم) کے ساتھ عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور خود باہر رہے اپنے غلام کو عمر کے پاس بھیجا۔ غلام نے عمر کو مخاطب کر کے کہا محمد بن علیؑ دروازے کے پیچھے تمہارے منتظر ہیں۔

عمر نے کہا: اے مزاحم! انکو فوراً اندر لاؤ۔ وہ کہتا ہے: جس وقت امام باقرؑ وارد ہوئے عمر اپنے آنسوؤں کو ہاتھ سے خشک کر رہا تھا۔ امام نے یہ دیکھ کر فرمایا: اے عمر کون سا امر تیرے گریہ کا سبب بنا؟

ہشام نے کہا: اے فرزند رسول خداؐ فلاں امر فلاں امر، نے اسکو گریہ پر مجبور کیا۔

محمد بن علیؑ نے فرمایا "یا عمر انما الدنیا سوق من الاسواق، منها خرج قوم

بما ینفعهم و منها خرجوا قوم بما یضرهم و کم من قوم قد غرتهم بمثل الذی اصبحنا فیه حتیٰ اتاهم الموت واستوعبوا فخرجوا من جاکدنیا ملومین لما لم یاخذوا لما احبوا من الآخرة عهی و لا مما کرهوا جنة. قسم ما جمعوا من لا یحمدهم، و صاروا الی من لا عیزرهم، فنحن والله محقوقون، ان ننظر قالی تلک الاعمال التی کنا نغبطهم علیها فنوافقهم فیها. و ننظر الیٰ تلک الاعمال التی کنا نتخوت علیهم منها فنکف عنها ما تق الله و اجعل فی قلبک اثنین، تنظر الذی تحب ان تکون معک اذا قدمت علیٰ ربک فقدمه بین یدیک و تنظر الذی تکرهه ان یکون معک اذا قدمت علیٰ ربک فابتغ فیه البدل و لا تذهبن الیٰ سلعه قد بارت علیٰ من کان قبلک ترجو ان تجوز عنک واتق الله عزوجل یا عمر وافتح الابواب و سهل الحجاب وانصر المظلوم و رد المظالم ثم قال، ثلاث من کن فیه استکمل الایمان بالله.

اے عمر دنیا بازار کی طرح ہے۔ اس سے ایک گروہ فائدہ حاصل کر کے جاتا ہے اور دوسرا گروہ نقصان اٹھا کر پلٹتا ہے۔ گذشتہ میں دوسری قوموں نے بھی ہماری طرح زندگی گذاری اور دنیا کے اوپر فریفتہ ہوئیں۔ لیکن اس وقت ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں سب کی سب جا چکیں۔ وہ اندوہ کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئیں اس لئے کہ ان کے پاس پسندیدہ توشۂ آخرت نہ تھا۔ اور نہ ہی آخرت کی بلاؤں سے بچنے کیلئے کوئی سپر۔ اور وہ لوگ جو ان کے مرنے کے بعد تعریف تک نہیں کرتے انھوں نے کے مال کو تقسیم کر ڈالا۔ ان لوگوں

کی بازگشت ایسے کی طرف ہوئی جو کسی عذر و بہانہ کو قبول نہیں کرتا۔ پس خدا کی قسم ہمارے لئے تو شائستہ یہ ہے کہ وہ جن اعمال کو انجام نہ دیکر پشیمان ہوئے انکو انجام دیں۔ اور ان کاموں سے پرہیز کریں جنکی وجہ گذشتہ قوموں پر عذاب ہوا۔

اے عمر! خدا سے ڈرو! اور دو چیز کو اپنا نصب العین بنا لو۔ اول یہ کہ جس شخص کے ساتھ آخرت میں رہنا پسند کرتے ہو اس کو پہچانو اور دنیا میں اس کے ساتھ رہو۔ دوم یہ کہ جس شخص کے ساتھ اس دنیا (آخرت) میں محشور نہیں ہونا چاہتے، اس کو اپنے سے دور کردو۔ اور دوسرے کو اسکی جگہ پہ جاگزیں کردو۔ اے عمر! ان اشیاء کے پیچھے نہ رہو جن کا بازار گذشتگاں کیلئے کھنہ ہوا۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ وہ تمہارے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

اے عمر! خدا سے ڈرو۔ دروازوں کو کھول دو۔ اور پردے اٹھادو۔ مظلوموں کی مدد کرو اور غصب شدہ حقوق ان کے مالکوں کے حوالہ کر دو۔

پھر آپؑ نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں جسمیں پیدا ہو جائیں اس کا خداوند عالم کی نسبت ایمان کامل ہوجاتا ہے۔ (اس وقت عمر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: خاندان نبوت کے صادق فرزند بیان فرمائیے)

امام نے فرمایا: ہاں بیان کرونگا۔

پھر فرمایا " من اذا رضی لم یدخلہ رضاہ فی الباطل و اذا غضب لم یخرجہ غضبہ من الحق و من اذا قدر لم یتناول ما لیس لہ" اسکی خوشی کسی ایسی چیز سے نہ ہو جو

باطل کے انجام دینے کا باعث بنے۔ غصہ کے وقت حق سے روگردانی نہ کرے۔ اور قدرت کے وقت دوسروں کے حقوق پر تجاوز نہ کرے۔

یہی وہ موقع تھا جب عمر نے کاغذ اور قلم طلب کیا اور اس طرح لکھا

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما رد عمر بن عبدالعزیز ظلا محمد بن علی فدک"

رحمان و رحیم خدا کے نام سے۔ اس عبارت کے مطابق ملک فدک جو محمد بن علیؑ کا حق مسلّم ہے اور غصب کر لیا گیا تھا انھیں واپس کیا[۴]۔

لیکن خاندان بنی امیہ اہل بیتؑ کے ساتھ نرمی سے خوش نہ تھے۔ لذا عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ بنی امیہ کے تحت فشار تھا۔ امام صادقؑ اس کے متعلق اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں۔

"لما ولی عمر بن عبدالعزیز، اعطانا عطایا عظیمۃ، فدخل علیه اخوه فقال له، ان بنی امیه لا ترضیٰ منک بان تفضل بنی فاطمه علیهم السلام فقال عمر، افضلهم لان سمعت (حتی لا ابالی الا اسمع) ان رسول الله کان یقول، انما فاطمۃ شجنۃ منی یسر فی ما اسر ها و یسوؤنی ما اساء ها فانا ابتغی سرور رسول الله و اتقی مساته"

جس وقت عمر بن عبدالعزیز نے زمام حکومت سنبھالا تھا، ہماری نسبت بہت سی مہربانی و بخشش کیا۔ ایک روز اس کا بھائی اس کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ بنی امیہ تم سے ناراض ہیں۔ کیونکہ تم اولاد فاطمہؑ کو ان پر برتری دیتے ہو۔ عمر نے جواب میں کہا ہم نے رسول خداؐ سے یہی سنا ہے (پھر اس کے بعد کسی

اور سے سننا یا نہ سننا ہمارے لئے اہمیت نہیں رکھتا) فاطمہ میرے وجود کا حصہ ہے جو اسکو خشنود کرے اس نے مجھے بھی خوشنود کیامیں بھی رسول خداؐ کی خوشنودی چاہتا ہوں اور آنحضرتؐ کے غم و اندوہ سے گریز کرتا ہوں (۴۳).

عمر بن عبدالعزیز کا دوران حکومت ۲ سال چند ماہ سے زیادہ باقی نہ رہا. اس کے بعد یزید بن عبدالملک نے زمام حکومت سنبھالی. یہ تاریخ کے اندر عیاشی شہوت پرستی میں مشہور ہے (۴۴).

یزید اس قدر لہو و لعب میں مشغول رہتا تھا کہ اسے موقع ہی نہ ملتا کہ امام باقرؑ کے زیر رہبری صحیح اسلام کی راہ میں مانع ایجاد کرے. جب ہشام بن عبدالملک بر سر کار آیا تو امام باقرؑ کی اسلامی تحریک سے بر سر پیکار ہونے کے پہلے مرحلہ کا آغاز ہوا.

ہشام درشت خو، بخیل اور تند مزاج آدمی تھا. غیر عرب مسلمانوں سے اسے عجیب دشمنی تھیں اس نے غیر عرب مسلمانوں پر بہت ہی زیادہ ٹیکس لگایا. اور یزید و حجاج کے ظلم کی تاریخ دہرادی. اہل بیت اطہارؑ، زید بن علیؑ کے قیام کی صورت میں اس کے مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے قیام زید اصل میں حسینی انقلاب سے منعکس ہوا تھا.

اس قیام میں زیدؒ اپنے مدد گاروں کے ساتھ شہادت سے ہمکنار ہوئے. خونخوار و ظالم ہشام نے حکم دیا کہ ان کے بدن کو دار پر لٹکایا جائے پھر اس کے حکم کے مطابق آپ کے بدن کو خاکستر کردیا گیا. اور راکھ کو دریائے فرات

میں ڈال دیا گیا (۶۵)۔

اموی خاندان کی مفسد مشینری نے زید اور ان کے دوستوں کی عدالت کی آواز کو نابود کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کی۔ بلکہ اسلامی تحریک کے بنیادی رکن یعنی امام باقرؑ اور ان کے اصحاب کو ختم کرنے کے درپےئ ہوگئی۔

ہشام نے حکم دیا کہ امامؑ کے ممتاز شاگرد جابر بن یزید جعفی کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن امام باقرؑ اس قوت و توانائی (جو کہ امامت کے اختیار میں ہوتی ہے) کے استعمال کے ذریعہ اسکی اسکیم کو فیل کردیا۔ امام باقرؑ اس حکم کے اجرا ہونے کی منزل سے پہلے ہی جابر بن یزید کو حکم دیا کہ دیوانگی کا اظہار کریں اور یہی وہ واحد راستہ تھا جو انکی جان کو بچا سکتا تھا (۶۶)۔

اس واقعہ سے رسالت الٰہی کی پیروی کرنے والوں پر روا ستم و سختی کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ایک صاحب فضیلت و دانش شخص اپنے کو دیوانوں کی شکل میں تبدیل کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور اپنی جان کی حفاظت اور پشت پردہ جعل سازی کو نا کام بنانے کیلئے۔ بچوں کے ساتھ کھیل اور انکی اذیت کو تحمل کرتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جابر بن یزید جعفی نے دیوانگی کا اظہار کرتے ہوئے ایک لکڑی پر سوار ہو کر اپنے گلے میں ہڈی لٹکا لی۔ بچوں نے جابر کو جب اس شکل میں کوفہ کی گلیوں میں دیکھا تو ایک آواز ہو کر کہنے لگے۔ جابر پاگل ہو گئے (۶۷)!!!

اس واقعہ کے چند دن بعد ہی کوفہ کے والی کے نام ہشام کا خط پہنچا

جسمیں اسے حکم دیا گیا تھا کہ جابر کو قتل کردے اور ان کے سر کو دمشق بھیج دے. لیکن جس وقت والی کوفہ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے جابر کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے " خداوند عالم تیری اصلاح کرے وہ با فضل و دانش شخص تھا لیکن اس وقت دیوانہ ہو گیا ہے اور ایک لکڑی پر سوار ہو کر میدان شہر کے اطراف میں گھومتا ہے اور بچوں کے ساتھ کھیل میں مشغول ہے "(۶۸) والی کوفہ اس حالت کے مشاہدہ کے بعد جابر کے قتل سے باز آیا.

ہشام بن عبدالملک اچھی طرح جانتا تھا کہ تحریک کے مصدر امام باقرؑ ہیں اور آزادی سے زندگی گذار رہے ہیں اور اصلاحی تحریک کی بغیر کسی مشکل کے راہنمائی کر رہے ہیں.

لذا اسی امر نے مروان کے بیٹے کو اکسایا کہ امامؑ اور امت کے درمیان رابطہ کو قطع کر دے. اور اسی بنیاد پر بنی امیّہ کے مکار سیاستدانوں نے طے کیا کہ امام باقرؑ مقیّد کر کے آپ کے جد بزرگوار ، رسول خداؐ کی حکومت کے مرکز (جہاں پر لوگ آپؑ کا احترام کرتے تھے اور آپؑ کی تاسی کرتے تھے) سے دور کر دیں. اس طرح امام باقرؑ اپنے فرزند حضرت صادقؑ کے ساتھ بنی امیّہ کے دستور کے مطابق دمشق منتقل کر دئے گئے. تا کہ معاشرہ کے اوپر آپ کے اثرات اور آپکو اپنی الٰہی و شرعی ذمہ داری و وظائف کو انجام دینے سے روکا جا سکے. امام باقرؑ دمشق منتقلی کے بعد اس شہر کے ایک زندان میں قید کر دیئے گئے. لیکن آپ سے ملاقات کرنے کیلئے آنے والوں پر آپ کی تاثیر نے اموی

حکومت کو حضرت کے آزاد کرنے پر مجبور کر دیا۔ ابوبکر حضرمی ایک روایت میں اس طرح بیان کرتا ہے جس وقت ابو جعفرؑ کو شام لے جایا گیا اور میں ہشام سے ملاقات کیلئے اس کے گھر گیا تو قبل اس کہ امامؑ وارد ہوں۔ ہشام نے اپنے دوستوں سے کہا جب میں محمد بن علیؑ کی سرزنش کر کے خاموش ہو جاؤں تو تم لوگ سرزنش شروع کر دینا۔ پھر حکم دیا کہ امامؑ کو لایا جائے۔ جس وقت ابو جعفرؑ وارد ہوئے تو ہاتھ کے اشارے سے ایک ایک کو سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ اور چونکہ سلام کے وقت ہشام کو خلیفہ نہیں کہا اور اسکی اجازت کے بغیر بیٹھ گئے، اس لئے اسے مزید غصہ آیا۔

پھر امامؑ سے یوں مخاطب ہوا: اے محمد بن علیؑ۔ اس وقت بھی تم میں سے ایک مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہنچا رہا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہا ہے اور جہالت و نادانی کی وجہ سے خود کو امام سمجھتا ہے۔

آنحضرتؑ کو اسی طرح مزید برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور جب ہشام خاموش ہوا تو اس کے مخصوص جرگہ نے آنحضرتؑ کی بے احترامی شروع کر دی۔ اور برا بھلا کہنے لگا۔ لیکن جب یہ سب بھی خاموش ہو گئے تو امام کھڑے ہوئے اور اس طرح ارشاد کیا:

"یا ایها الناس انیٰ تذهبون و انیٰ یرادبکم ؟ بنا هدی الله اولکم و بناختم اکرکم ، فان یکن لکم ملک معجل فان لنا ملکاً موجلاً و لیس من بعد ملکنا ملک لانا اهل العاقبة ، و یقول الله عزوجل و العاقبة للمتقین" اے لوگو! تم

کہاں جاتے ہو اور کس جگہ کا ارادہ کر لیا ہے. تمہارے گذرے ہوئے لوگوں نے ہم سے ہی ہدایت پائی اور تمہارا اختتام بھی ہم پر ہو گا. اگر چند روزہ حکومت تمہارے ہاتھ میں ہے. تو یقین جانو دائمی حکومت ہمارے ہاتھ میں ہے. ہماری حکومت و قدرت کے بعد پھر کوئی حکومت نہ آئے گی. اس لئے کہ ہم اہل آخرت ہیں اور خداوندعالم فرماتا ہے. سرانجام و عاقبت پرہیزگاروں کیلئے ہے.

امام کی گفتگو ختم ہونے پر ہشام نے حکم دیا کہ آپ کو قید کر دیا جائے.

امام باقرؑ قیدخانہ میں قیدیوں سے گفتگو کرتے جس کے نتیجہ میں سبھی آپؑ کے مرید و محبت کرنے والے بن گئے. داروغہ زندان نے اسکی اطلاع ہشام کو دی. ہشام نے اس امر سے آگاہی کے بعد ایک شخص کو مامور کیا کہ امام اور ان کے ہمراہیوں کو مدینہ واپس لائے (۶۹).

جیسا کہ حضری کی روایت میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ امامؑ کی آزادی کی علت قیدیوں کے افکار پر آنحضرتؑ کی مثبت تاثیر تھی. لیکن محمد بن جریر طبری کی تالیف "دلائل الامامہ" (۷۰) میں ایک روایت نقل ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ امامؑ کی آزادی کی وجہ وہ تاثیر تھی جو نصاریٰ کے پیشوا کے ساتھ امام کے مناظرہ کے بعد اہل دمشق پر مرتب ہوئی تھی.

حضرت امام باقرؑ نے اس مناظرہ میں عالم مسیحیت کے عقاید کو مستحکم دلائل کی بنیاد پر باطل قرار دیا. اور اسلام میں جو شبہات پائے جاتے تھے انکا

جواب دیا۔

اس کے ساتھ توجہ رہنی چاہیے کہ یہ دونوں روایتیں آپس میں تعارض بھی نہیں رکھتیں اس لئے کہ دونوں مسئلہ کے وقوع میں کوئی مانع نہیں۔ امام معصومؑ ہمیشہ حق کی پیروی کرتے ہیں چاہے آزاد ہوں یا مقید۔ جس جگہ بھی انھیں کوئی انسان ملے حق پہنچاتے ہیں اور خود بھی حق کے تابع ہیں جس وقت بنی امیّہ نے محسوس کر لیا کہ اس طرح کے اقدامات امام کو انکی فعالیت سے روک نہیں سکتے تو انھیں صرف ایک راہ نظر آئی اور وہ امام کی شہادت تھی۔

اس طرح امام محمد باقرؑ سنہ ۱۱۴ ہجری قمری کو زہر کے ذریعہ مسموم کر دیے گئے۔ اور اپنے معبود حقیقی کے جوار رحمت سے ہمکنار ہو گئے (۱۷)۔

آپؑ پر درود ہو۔ اس دن جب آپؑ متولد ہوئے، اس روز جب آپؑ نے معبود کو لبیک کہا اور اس روز جب آپؑ پھر اٹھائے جائیں گے۔

والحمد للہ رب العالمین

حوالہ جات

۱۔ بحارالانوار / ج ۴۶ باب تاریخ ولادت و وفات امام محمد باقرؑ

۲۔ یہ روایت تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ شیخ مفید کی ارشاد۔ ابن صباغ مالکی کی فصول مہمہ۔ تاریخ یعقوبی / ج ۳۔ نورالابصار شبلنجی۔ ابن جوزی کی تذکرۃ الخواص میں بھی نقل ہوئی ہے۔

۳۔ ارشاد مفید۔ امام محمد باقرؑ سے مربوط حصہ

۴۔ الامام الصادق و المذاهب الاربعه / ج ۲۔ بہ نقل از تہذیب الاسماء و اللغات تالیف نووی

۵۔ الامام الصادق و المذاهب الاربعه / ج ۲۔ بہ نقل از شذرات الذهب / ج ۱ / ص ۱۴۹

۶۔ الامام الصادق و المذاهب الاربعه / ج ۲۔ بہ نقل از مطالب السؤال / ج ۲ / ص ۵۰

۷۔ الامام الصادق و المذاهب الاربعه / ج ۲۔ بہ نقل از بدایه و النهایه / ج ۹ / ص ۳۰۹

۸۔ بحار الانوار / ج ۴۶۔ باب مکارم الاخلاق امام باقرؑ

۹۔ اکمال الدین و اتمام النعمة۔ شیخ صدوق / ص ۲۵۲

۱۰۔ ینابیع المودة. الزام الناصب. اکمال الدین و النعمة۔ کی طرف رجوع کریں

۱۱۔ ارشاد شیخ مفید۔ باب امام محمد باقرؑ

۱۲۔ بحار الانوار / ج ۴۶۔ روایات حاکی از امامت حضرت باقرؑ بہ نقل از کفایة الاثر

۱۳۔ بحار الانوار / ج ۴۶۔ بہ نقل از کفایة الاثر

۱۴۔ بحار / ج ۴۲ / ص ۲۵ ــ اعلام الوریٰ ــ کشف الغمة فی معرفة الائمۀ

۱۵۔ مزید اطلاع کیلئے اصول کافی / ج ۱ / ص ۳۰۵ طبع سوم۔ تہران کی طرف مراجعہ ہو۔

۱۶۔ ینابیع المؤدة۔ قندوزی ــ اصول کافی / ج ۱۔ باب "ان الائمۃ فی العلم و الشجاعة و المطاعة سواء"

۱۷۔ بحار الانوار / ج ۴۶۔ باب مکارم اخلاقه و سیرتهٗ ــ ابن صباغ کی فصول المهمة

۱۸۔ گذشتہ دونوں حوالہ اور کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہؑ / ج ۳

۱۹۔ مفتاح المسائل

۲۰۔ تحف العقول۔ ابن شعبہ حرانی

۲۱۔ بحار الانوار / ج ۴۶۔ باب اخلاق و سیرت امام محمد باقرؑ

۲۲۔ ارشاد مفید۔ باب فضائل امام محمد باقرؑ

۲۳۔ گذشتہ حوالہ کے علاوہ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳۔ "فی معالی امورہؑ"

۲۴۔ گذشتہ دو حوالوں کے علاوہ بحار الانوار / ج ۴۶

۲۵۔ بحار الانوار / ج ۴۶ ــ کشف الغمۃ / ج ۲ ــ الفصول المہمہ نے اس روایت کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے.

۲۶۔ اعیان الشیعہ / ج ۴ / ص ۱۲ ۔ طبع سوم

۲۷۔ ارشاد مفید

۲۸۔ تحف العقول

۲۹۔ تحف العقول۔ حرانی

۳۰۔ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳ ــ اعیان الشیعہ / ج ۴

۳۱۔ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳ ــ اعیان الشیعہ بہ نقل از حلیۃ الاولیاء ابو نعیم

۳۲۔ ارشاد شیخ مفید ــ اعیان الشیعہ. تذکرۃ الخواص۔ تھوڑے اختلاف

کے ساتھ۔

۳۳۔ اس کے متعلق تفصیل کے لئے کتاب۔ وفیات الاعیان / ج ۳ کی طرف مراجعہ کریئے (حرف "ع") طبع اول ۱۹۴۸

۳۴۔ احتجاج / ج ۲

۳۵۔ ارشاد شیخ مفید۔ امام محمد باقرؑ کے فضائل کے باب میں

۳۶۔ فروع کافی (کتاب معیشت)

۳۷۔ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی

۳۸۔ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی

۳۹۔ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی

۴۰۔ تحف العقول۔ حرانی

۴۱۔ الامام الصادقؑ و المذاهب الاربعه / ج ۲ بہ نقل از کتاب عین الادب و السیاسۃ و الطراز

۴۲۔ ارشاد مفید

۴۳۔ ارشاد مفید

۴۴۔ بحار / ج ۴۶ بہ نقل از کتاب رجال کشی

۴۵۔ بحار / ج ۴۶ بہ نقل از کتاب اختصاص

۴۶۔ تذکرۃ الخواص۔ ابن جوزی

۴۷۔ مناقب آل ابی طالب / ج ۳ باب علم امام باقرؑ

۴۸۔ مزید اطلاع کے لئے حضرتؑ کے مناظرات کتاب ، احتجاج طبرسی /ج۲/ ـ بحارالانوار / ج ۱ ، جزء مربوط مناظرات اور بحارالانوار / ج ۴۶/ سیرت امام محمد باقرؑ ملاحظہ فرمائیں۔

۴۹۔ تحف العقول

۵۰۔ کلمات قصار امام باقرؑ

۵۱۔ الامام الصادق و المذاہب الاربعہ /ج ۲/ ص ۲۲۹

۵۲۔ اعیان الشیعہ / ج ۱/ ص ۶۵۲ــ سیرۃ الباقرؑ

۵۳۔ بحار الانوار / ج ۴۶ (باب مکارم الاخلاق و سیرۃ امامؑ)

۵۴۔ ارشاد شیخ مفید / ص ۲۹۳

۵۵۔ بحار الانوار / ج ۴۶ ــ المناقب الامام الصادقؑ و المذاہب الاربعہ / ج ۲ــ التہذیب ۔ ابن عسقلانی

۵۶۔ گذشتہ حوالہ

۵۷۔ الامام الصادقؑ و المذاہب الاربعہ / ج ۲/ ص ۱۶۵

۵۸۔ تاریخ اسلام / ج ۱۔ ڈاکٹر ابراہیم حسن ۱۔۸۔۱۹۷۳/ ص ۳۳۰ و ۳۳۱

۵۹۔ گذشتہ حوالہ

۶۰۔ گذشتہ حوالہ / ج ۱/ ص ۳۳۶

۶۱۔ "فدک" وہ قریہ ہے جسکو رسول خدا نے اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کو بخش دیا تھا۔

۶۲۔ الخصال / باب الثلاثہ / ص ۱۰۰۔ بحارالانوار / ج ۴۶ / طبع جدید باب احوال صحابہ و اہل زمانہ

۶۳۔ بحار / ج ۴۶ / احوال صحابہ و اہل زمانہ من الخلفاء و غیرھم / بہ نقل از کتاب قرب الاسناد / ص ۱۷۲

۶۴۔ تاریخ الاسلام / ج ۱ / دکتر ابراہیم حسن

۶۵۔ تاریخ الاسلام / ج ۱ (ہشام بن عبدالملک)

۶۶۔ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳ / ص ۳۲۳۔ ۳۲۴

۶۷۔ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳ / ص ۳۲۳۔ ۳۲۴

۶۸۔ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳ / ص ۳۲۳۔ ۳۲۴

۶۹۔ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳ / ص ۳۳۲۔ جسمیں امامؑ کے دمشق منتقل ہونے کے حادثہ، مختلف حوالوں اور تعبیر سے نقل کیا ہے۔ من جملہ بحار میں / ج ۴۶۔ دلائل الامامہ تالیف طبری۔ تفسیر علی بن ابراہیم اور مناقب ابن شہر آشوب / ص ۳۳۴ وغیرہ.....

۷۰۔ بحار الانوار / ج ۴۶ (باب خروجہ الی الشام / ص ۳۰۶ / نقل از دلائل الامامہ۔ طبری / ص ۱۰۴)

۷۱۔ اعیان الشیعہ / ج ۴ / ق ۲ / ص ۳۔ محسن امین